



زندگی کے آخری ۶ سالوں میں
پرستار ان صلیب پر سلطان صلاح الدین

ایوبی کی بلغاریں

محمد طاہر نقاش



دارالابلاغ پبلیشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان



فہرست

8 حرف آغاز 9

طوائف المہاجر کی کارکردگی اور صلیبیوں کی آمد آمد

- 15: پہلی صلیبی جنگ اور سقوط بیت المقدس 16
- 17: ایک سال میں تین صلیبی لشکروں کا قیام 18
- 19: پیداری کا زمانہ 20
- 20: قتل الدین نجی راجہ کے ہاتھوں صلیبیوں کی تعداد 21
- 22: نور الدین محمود راجہ اور اس کے جہادی و قتل فرام 23
- 23: سلطان صلاح الدین ایوبی راجہ کو مارا تھا 24

حشون میں صلیبیوں پر قہر و غضب

- 27: پیدائش کی شدت و غلاب اور اوپر سے چیلہ میں کی پیغمبری 28
- 28: جوش جہاد اور طلب شہادت کے لٹاؤ میں مارے سندھ 29
- 29: اچانک ایک نوجوان علی کی طرح گیارہ لے لے لے 30
- 30: "مک" کا انور جنگی ہتھیار استعمال 31
- 31: مہر تاج اور سر تاج موت کا یقین 32
- 32: صلیب اعظم پر چیلہ میں کا قبضہ 33
- 33: صلیبی بادشاہ کے خیمے کی تباہی اور میدان میں شہداء کے آسمان 34
- 34: مسلمانوں کے سب سے بڑے صلیبی دشمن کی گرفتاری 35

- 33 تمیس ہزار صلیبی فوجی مجاہدین کے ہاتھوں کٹتے ہیں
- 34 جب چالیس چالیس صلیبی قیدی خیمے کی ایک رسی سے باندھے گئے
- 36 سلطان دہلی کے خیمے میں
- 36 وقت حساب آن پہنچا
- 38 صلیبی گستاخ رسول کا کریناک انجام
- 38 صلیبیوں پر صلاح الدین ایوبی دہلی کی سرزبانیاں
- 40 دس ہزار مسلمان قیدیوں کی صلیبیوں کے ظلم سے رہائی
- 40 جمادی جذبوں میں آگ لگا دینے والا شعلہ بیان خطیب

فتح بیت المقدس

- 45 یکبارگی زور دار حملہ
- 48 جان بخشی کی درخواستیں
- 49 معافیاں جان بخشیاں اور جزیہ کی تھیلیاں
- 51 صلیبیوں کو بیت المقدس سے نکلانے کے جمادی مناظر
- 54 قیدیوں کی رہائی اور رحمدلات سلوک
- 59 سلطان صلاح الدین دہلی بیت المقدس میں داخل ہوتا ہے
- 59 عیسائیوں کے نشانہات مٹانے کا حکم ہوتا ہے
- 59 محراب کی ردیفیں واپس لہنتی ہیں
- 59 صدائے اذان کی گونج اور اجتماع جمعہ المبارک کا روح پرور نظارہ
- 61 بیت المقدس میں فتح کے بعد شکرانے کے آنسو اور ہچکیاں
- 61 سلطان نور الدین دہلی کا بنوایا ہوا منبر 'محراب بیت المقدس کی زینت بنتا ہے...
- 61 صلیبیوں کی دلخراش جسامتیں
- 63 مقام قدم مسیح
- 63 بت توڑے جاتے ہیں

63 مساجد و مدارس کا قیام عمل میں آتا ہے

فتح بیت المقدس کے بعد پھر جہادی میدان جتے ہیں

- 67 سلطان کی آمد کاسن کر حملہ آور فرنگی بھاگ اٹھے
- 68 جہادی میدانوں میں فتوحات پر فتوحات
- 70 لازقہ میں بتوں اور تصویروں کی شہادت
- 71 حبیب ناک خندق والے قلعہ کی فتح
- 71 مسلمان مظلوم قیدیوں پر آزادی و رہائی کے دروازے کھلتے ہیں
- 71 پہاڑ کی چوٹی پر واقع مضبوط قلعہ کی تسخیر
- 74 رمضان المبارک میں سلطان کے جہادی معرکے
- 74 مکہ و مدینہ پر حملہ کرنے کے خواہش مند رنجی نالذ پر جہادی ضرب
- 75 بارشوں کیچڑ اور دلدل کے درمیان خندقوں سے گھرے قلعہ کی طرف پیش قدمی
- 76 "چاند کی منزل" فتح ہوتی ہے
- 76 فتح کے بعد سلطان دہلی کی بیت المقدس میں عید الاضحیٰ کی ادائیگی
- 78 بیت المقدس پر نصب صلیب اعظم کی بغداد روانگی

کچھ مزید عظیم جہادی کارنامے

- 79 صلاح الدینؒ کا بجلد اند طرز زندگی
- 83 ملک یباری بھی سلطان دہلی کو گھوڑے کی پشت سے نیچے نہ اٹار سکی
- 87 سلطان صلاح الدینؒ کی موت
- 89 دنیا سے بے رنجی اور قلت سرمایہ
- 92 تاریخ اسلام منت الہیہ کی روشنی میں
- 94 اسے امت مسلمہ کے فوجوانو!

جہاد کی کہانی تصاویر کی زبانی

- 18 جرمن، فرانسیسی اور برطانوی فوجوں کا سلطان ایوبی کے علاقوں پر حملہ آور ہونا (نقشہ)
- 21 نور الدین زنگی کا وہ تاریخی شہر دہانوس نے بیت المقدس کی زینت بنانے کیلئے بنوایا تھا
- 26 صلاح الدین کے مجاہدین کی سجدہ گاہ بننے والے مسجد اقصیٰ کے محراب و منبر کا دلکش منظر
- 35 صلیبیوں، یودیوں کے مدینہ منورہ پر قبضہ کرنے کے کمرہ عزائم کی نشاندہی کرنے والا نقشہ
- 46 یروشلم شہر کی وہ بلند دہلا دیوار جس کے عقب میں مورچہ زن ہو کر صلیبیوں نے مجاہدین کا راستہ روکا اور مقابلہ کیا
- 50 یروشلم کے وہ بازار کہ جہاں سلطان کے حمہ لے دوڑ دوڑ کر صلیبیوں کا شکار کرتے رہے
- 53 پرستاروں صلیب کا تعاقب کرنے والے مجاہدین کی جہادی و قتال راہ گزر ایک قدیم شاہراہ
- 55 مسجد اقصیٰ کا وہ تاریخی قصبہ خانہ جو کبھی نمازیوں اور مجاہدین کی آماجگاہ تھا۔
- 58 سلطان ایوبی کے دور کی قدیم یروشلم کی مقبریٰ فصیل، 'وادی' ہوم اور دیوینکل یکساں کا منظر
- 62 قدیم شہر یروشلم کی شمالی فصیل کا دورہ دائرہ جہاں مجاہدوں اور صلیبیوں میں زبردست معرکہ ہوا
- 64 یودیوں کی مقدس جگہ "دیوار گریہ" جہاں وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کا عزم کرتے ہیں
- 69 مسجد اقصیٰ کے مختلف اضروہ حصے جو مسلمانوں سے جہاد کو کھڑا کرنے کی قریاد کر رہے ہیں۔
- 72 حرم قدسی کا ایک فضائی منظر، ایسی منظر میں یودی آبادیاں پیٹام وے رہی ہیں
- 77 یودیوں کے کمرہ عزائم اور بیت المقدس کی حالت زار کی ایک دار ایک دل نگار تصویر
- 80 دریاؤں اور خشکی پر واقع صلیبیوں کے قلعوں دیاستوں اور فوجی علاقوں کی تفصیلات جن پر سلطان جہینا رہا (نقشہ)
- 84 بیت المقدس یودی ریشہ دونوں کا شکار ہے، ایک باور و نایاب تصویر، تاریخ کے سینے سے
- 87 سلطان ایوبی کے مزار کا وہ منظر جب فرانسیسی جرنیل نے قبر کو ٹھوکر مار کر کما
- 88 مسجد اقصیٰ کی حدود میں رکھے گئے خاتون اسام کے زیر استعمال ہتھیار
- 91 سلطان کے غازیوں کی سجدہ گاہ
- 93 صلیبی جنگوں کے دوران جہادی سرگرمیوں کا مرکز بننے والا ایک عظیم الشان قلعہ
- 96 جزیرہ قبرص کا ککوسی قلعہ جو صلیبی جنگوں کے دوران صلیبی حملہ آوروں کے لیے مرکزی جہاد کی حیثیت رکھتا تھا۔

حرف آغاز

فضیلہ الشیخ ڈاکٹر احمد محمود الاحمد جو مدینہ یونیورسٹی کے کلیہ الدعوة واصول الدین میں اسٹنٹ پروفیسر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ انہوں نے سلطان صلاح الدین کی جہادی و قتالی زندگی پر ایک لیکچر دیا جو بعد میں ایک مختصر سے کتابچہ کی شکل میں شائع ہوا۔ اس کا میں نے مطالعہ کیا تو موجودہ حالات کے تناظر میں اسی مختصر کتابچہ کو بنیاد بنا کر سلطان کی زندگی کے آخری سالوں پر لکھنے کا ارادہ کیا۔ اس کے لیے میں نے سلطان کی زندگی کا مختلف پہلوؤں سے مطالعہ شروع کیا تو پتہ چلا کہ دنیا میں کچھ لوگ ہمیشہ کے لیے کسی بات کی علامت اور نشان بن جاتے ہیں یا کوئی خاص چیز ان کی پہچان بن کر رہ جاتی ہے۔ ایسے ہی عظیم مجاہد گوریلا کمانڈر اور صف شکن سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی اپنے کارناموں کی بنا پر شجاعت و بہادری، غیرت و حمیت اور صلیبیوں پر جہادی و قتالی یلغاروں کی بنا پر ہمیشہ کے لیے جہاد و قتال کا نشان بن گئے۔ اب جب بھی کہیں دلاوری بہادری شجاعت اور صلیبیوں کو نکیل ڈالنے کی بات کی جاتی ہے تو فوراً سلطان صلاح الدین کا خیال ذہن میں آتا ہے۔ جن لوگوں سے مستقبل میں اللہ کریم نے کوئی بڑا اور عظیم کام لینا ہوتا ہے ان کے بچپن میں ہی ان کی غیر معمولی صلاحیتوں کی کسی نہ کسی قرینے اور کنائے سے نشاندہی فرما دیتے ہیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی جس نے اسلامی تاریخ پر اپنی عظمت و شوکت کے اتم نقوش ثبت کیے ہیں کی اسلام اور مسلمانوں کے لیے غیرت و حمیت کا عالم یہ تھا کہ ابھی نو عمر ہی ہیں، عیسائی فوجیں ”ربا“ پر قبضہ کر کے مال و اسباب لوٹ کر غورتوں کو پکڑ لے

جاتی ہیں۔ یہ ظلم دیکھ کر یہ نو عمر صلاح الدین ایک ترکی بوزھے کو لے کر سلطان غلام الدین زنگی کے پاس پہنچتے ہیں۔ عیسائیوں کے مظالم سے بادشاہ کو آگاہ کرتے ہیں، اس کی اسلامی حمیت و غیرت کو بیدار کرتے ہیں اور رد و رد کے لیے فریاد کرتے ہیں۔

نیک دل بادشاہ کو ان حالات کا علم ہوتا ہے تو وہ تمام فوجیوں کو جمع کرتا ہے۔ انہیں ”رہا“ کے حالات سناتا اور جہاد پر ابھارتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ”کل صبح میری تلوار رہا کے قلعے پر لہرائے گی، تم میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟“ یہ اعلان سن کر تمام فوجی حیران رہ جاتے ہیں کہ یہاں سے ”رہا“ ۹۰ میل کی دوری پر ہے، راتوں رات وہاں کیسے پہنچا جاسکتا ہے؟ یہ تو کسی طرح ممکن تھیں۔ تمام فوجی ابھی غور ہی کر رہے تھے کہ ایک نو عمر لڑکے کی آواز گونجتی ہے ”ہم بادشاہ کا ساتھ دیں گے۔“ لوگوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک نو عمر لڑکا کھڑا تھا، بعضوں نے فقرے چست کیے کہ ”جاؤ میاں کھیلو کوہ! یہ جنگ ہے بچوں کا کھیل نہیں۔“ سلطان نے یہ فقرے سنے تو غصے سے چہرہ سرخ ہو گیا، بولا: ”یہ بچہ سچ کہتا ہے، اس کی صورت بتاتی ہے کہ یہ کل میرا ساتھ دے گا۔ یہی وہ بچہ ہے جو ”رہا“ سے میرے پاس فراد لے کر آیا ہے، اس کا نام صلاح الدین ہے۔“ یہ سن کر فوجیوں کو غیرت آتی ہے سب تیار ہو جاتے ہیں اور اگلے روز دوپہر تک رہا پہنچ کر حملہ کر دیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی، عیسائی سپہ سالار بڑی آن و بان کے ساتھ مقابلے کے لیے نکلا، سلطان نے اس پر کاری ضرب لگائی مگر لوہے کی زرہ تے وار کو یہ اثر بنا دیا۔ عیسائی سپہ سالار نے پلٹ کر سلطان پر حملہ کیا اور نیزہ مان کر سلطان کی طرف پھینکا ہی چاہتا تھا کہ صلاح الدین کی تلوار فضا میں بجلی کی طرح چمک اٹھی اور زرہ کے کٹے ہوئے حصہ پر گر کر عیسائی سپہ سالار کے دو ٹکڑے کر کے رکھ دیئے۔ عیسائی سپہ سالار کے موت کے گھاٹ اترتے ہی عیسائی فوج بھاگ کھڑی ہوئی اور ”رہا“ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

آج ہر شخص کی زبان پر نو عمر صلاح الدین کی شجاعت کے چرچے ہیں اور یہ واقعہ تاریخ اسلام میں منہرے الفاظ سے لکھا جاتا ہے۔

جو ان ہو کر یہی صلاح الدین مشرق کا وہ سپہ سالار اور جرنیل بنا کہ جس کی تلوار

صلیبیوں کا لادہ لشکر لے کر صلاح الدین کے علاقے میں پہنچ گیا۔ سلطان نے اس کا کیسے استقبال کیا؟ یہ تو آپ کتاب پڑھ کر جان لیں گے۔ اس مختصر سے کتابچے میں ہم نے سلطان کی زندگی کے آخری چھ سال کا عرصہ منتخب کیا ہے۔ سلطان کی زندگی کے یہ آخری ۶ سال اس کی زندگی کے سب سے قیمتی اور یادگار ایام ہیں کہ جن میں اس نے مسلسل صلیبیوں سے معرکے کرتے ہوئے، جملہ دقتوں کے میدان گرم کرتے ہوئے، صلیبیوں کو ہر طرف سے گھیر گھیر کر ان کا شکار کرتے ہوئے، بیت المقدس کو الہ کے ناپاک عزائم سے بچانے کے لیے، اللہ کے اس بابرکت گھر کی عزت و ناموس کی رکھوالی کے لیے، دن رات اپنی جان ہتھیلی پر لیے، 'شمشیروں کی چھاؤں میں' تیروں کی بارش میں، 'نیزوں کی اینٹوں میں' گھمبڑے کی پشت پر بیٹھ کر، اس کو دشمن کی صفوں میں سرپٹ دوڑاتے ہوئے، 'تکوار بلند کرتے ہوئے' اللہ کے باغیوں، کافروں، ظالموں کی گردنیں اڑاتے ہوئے..... من دون اللہ کے ان پہاڑیوں کو خاک و خون میں ترپاتے ہوئے اور ایسے معرکے، 'دو لے'، 'ظافے' برپا کرتے ہوئے اور دشمن پر گھاتیں لگاتے..... یلغاریں کرتے، شاہین کی طرح مولوں پر جھپٹتے پلٹتے اور پھر جھپٹتے..... سلطان کی زندگی کے آخری ۶ سالوں میں اسی مجاہدانہ روپ کو دکھایا گیا ہے۔ اس جہادی و قربانی ننگ و تار میں سلطان کی زندگی کی آخری سیمیں اور شاہین گزریں۔ حتیٰ کہ اس نے صلیبیوں کے سروں کی فصل کو شمشیرِ جہاد سے کاٹتے ہوئے مسجد اقصیٰ کو ناپاک صلیبی قبضے سے آزاد کروا لیا۔ سلطان کے انہی شجاعت و دلادری ببادری و حیات سے بھرپور قربانی ایام کے چند نگاروں کو ہم نے اس کتاب کا حصہ بنایا ہے کہ جو خالصتاً سلطان کے جہادی و قربانی کردار کے عکاس ہیں۔

عظیم مجاہد! صلاح الدین ایوبی کی زندگی کے آخری سالوں کے یہ جہادی لمحات ہمیں یہ دھوکہ مبارزت دے رہے ہیں کہ ((اھل جن فباہرہ)) کہ تم میں سے کوئی ایسا دلدار ہے جو میدان میں آکر ان صلیب کے پہاڑیوں کا مقابلہ کرے۔ کہ آج جب امت مسلمہ صلیبیوں کے گھیروں، ان کی سکرو چالوں اور فریبانہ سازشوں کے جال میں پھنس کر لولہاں ہے..... آہ!..... آج افغانستان، کشمیر، جنت نظیر کے مظلومین، 'مستورین'، 'مجبورین'،

مصلوبین..... کٹے پھٹے..... خون آلود..... بارود کی بو میں رچے بچے..... روزِ مذکور یہ فریاد کر رہے ہیں کہ نامِ نمازِ منہبِ یورپی درندوں نے ہمیں چیر پھاڑ کر رکھ دیا..... ہمیں گھر سے بے گھر..... وطن سے بے وطن کر دیا ہے..... تارایہ حل کر دیا ہے..... ام جائیں تو کس کے پاس شکایت لے کر جائیں..... کس کے پاس فریاد ہی کر جائیں..... ہم کس کو اپنا دکھڑا سناں گیں کہ ہمارے دکھوں کا نہ اوئی کر سکے..... یہ دکھیا رہے آج کسی ایوبی اور قاسمؒ کے منتظر ہیں۔ آسمیں لگائے کب سے بیٹھے ہیں۔ آج پھر وہی مسجد اقصیٰ..... وہی بیت المقدس کہ جس کو سلطان صلاح الدین نے غیرتِ مسلم کا ثبوت دیتے ہوئے آزاد کر دیا تھا پھر صلیبیوں اور یہودیوں کے خنجر و چنچلوں میں پھنسی ہوئی ہے..... اور ہاں مسجد اقصیٰ..... سسکتی ہوئی، بگکتی ہوئی..... کراہتی ہوئی..... آہیں اور سسکیاں بھرتی ہوئی، ہم سے یوں فریاد کناں ہے، ہم سے کہہ رہی ہے کہ..... میں (اللہ کا گھر) اقصیٰ..... اے غیرتوں، شجاعتوں کے امین مسلمانو!..... تمہیں پکار رہی ہوں..... کب سے بلک رہی ہوں..... کہ کفر کے تیر میرے مسجدوں کے لیے بے تاب جسم کو زخمی کر رہے ہیں..... میرا جسم زخموں سے چور چور ہو چکا ہے، لو لہان اور ویران ہو چکا ہے..... اے آخری نبی محمدؐ جہنم کے کلمہ پڑھنے والے امتیو!..... تم میری چیخوں کو سن بھی رہے ہو..... پھر بھی میری مدد کے لیے نہیں آ رہے؟..... کیا ہو گیا ہے تمہیں..... کب آکر میرے زخموں پر مرہم رکھو گے۔

ان حالات میں کیا ہم میں کوئی ایسا ہے جو صلاح الدین بن کر دنیا بھر کے صلیبیوں کو منہ توڑ جواب دے کر یہ بتا دے کہ غیرتِ مسلم ابھی زندہ ہے، ایوبی کی شجاعت ابھی زندہ ہے..... ہماری رگوں میں انہی غزنوی غوری اور ابنِ قاسمؒ کا غیرتوں اور شجاعتوں کا امین خون گردش کر رہا ہے..... اگر تم نے مسلمانوں پر ردا موندہ مظالم کو صلیبی جنگوں کا بدلہ کا نام دے دیا ہے، تو پھر ایسے ہی سہی..... اب ہر میدان میں دوپارہ بلال اور صلیب کی جنگ ہوگی..... کفر اور ایمان کی جنگ ہوگی..... ظالم اور مظلوم کی جنگ ہوگی..... اب

میدانِ جہاد و قتال جیسے گے۔۔۔ اب مہر کے ہوں گے۔۔۔ اب ایوبؑ کے روحانی فرزند جہاد و قتال کی شمشیر بے نیام ہاتھوں میں تھام کر میدانِ کارزار میں اُتر آئے ہیں۔۔۔ رب المستضعفین کی رحمت سے۔۔۔ اب ہر اس صلیبی کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے جو ظلم کے لیے کسی مسلمان کی طرف بڑھیں گے۔ وہ آنکھ نکال دیں گے جو امتِ مسلمہ کی کسی بھی بیٹی کی طرف بری نظر سے دیکھنے کی جرأت کرے گی کہ صلاح الدین کے روحانی فرزند ابھی زندہ سلامت ہیں۔۔۔ وہ تمہیں ہر جگہ ظلم سے روکیں گے۔۔۔ جہاد و قتال کی شاہراہ پر چلتے ہوئے تیرے پیچھے پیچھے آئیں گے۔۔۔ تمہیں مظلوم و مجبور مسلمانوں پر ہرگز ظلم نہیں کرنے دیں گے۔۔۔ ظلم سے روکنے کو۔۔۔ تم ہماری دہشت گردی کو یا صلیبی جنگ کے آغاز کا بطل بچاؤ۔۔۔ ہم ہر دم تیار ہیں۔۔۔ اپنے رب کریم کی رحمت و نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے ہم تجھے باور کروا دیتے ہیں کہ ان شاء اللہ میری طرف سے شروع کی گئی اس صلیبی جنگ کا نتیجہ بھی وہی برآمد ہو گا جو سلطان صلاح الدین ایوبؑ کے دور میں برآمد ہوا تھا۔۔۔ بھرتو آگے آگے ہو گا اور ہم تیرے پیچھے پیچھے تعاقب کرتے ہوئے یورپ پہنچیں گے۔۔۔ اور اس وقت تک اس جہادی و قتالی شعلے کو سر نہ ہونے دیں گے۔۔۔ کہ جب تک پورے یورپ میں جہاد کے شعلے نہیں بجڑک اٹھتے۔۔۔ اعلیٰ کلمہ اللہ کا پرچم لہرا نہیں جاتا۔۔۔ جب تک دینِ خلاص اللہ کے لیے نہیں ہو جاتا اور فضا میں ”اللہ اکبر“ کے دلنواز ترانوں سے نہیں گونج جاتیں۔۔۔ ان شاء اللہ۔۔۔ وہ دن قریب آنے والا ہے۔

ان شاء اللہ! اب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہر جوان دنیا میں مختلف جگہ ظلم و جور پر بنی روا رکھی گئی ان صلیبی جنگوں کے لیے تیار ہو چکا ہے۔۔۔ بس ذرا مہر کہ جبر کے دن تھڑے ہیں۔۔۔ صبر کی گھڑیاں آگے ہی چاہتی ہیں۔ اللہ اعلم

محمد طاہر نقاش

طوائف الملوکی کا دور اور صلیبیوں کی آمد آمد

صلاح الدین ایوبی کی زندگی کے آخری سالوں پر گفتگو کرنے کا یہ ایک تقاضا ہے کہ صلیبی جنگوں کے (۱۰۹۹ء / ۱۰۹۷ء) میں شروع ہونے اور بڑھنے سے قبل عالم اسلام پر ایک نگاہ اگرچہ طائرانہ ہی سہی ڈال لی جائے اور خاص طور پر اس علاقے پر جو صلاح الدین ایوبی کے پردوان چڑھنے کے لیے سازگار ثابت ہوا اور وہ ہیں جزیرہ فراتیہ، شمالی عراق، شام اور مصر کے علاقے۔

صلیبی جنگوں کے حوالے سے اس سلسلہ دور کی ”سیاسی زندگی“ کو ایک تریاں مقام حاصل ہے۔ پورے عالم اسلام میں بے چینی اور اضطراب کی کیفیت طاری تھی، صرف بغداد ہی کو ”حجے“ خلافت عباسیہ دیگرگوں اور ڈانواں ڈول تھی اور حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ سلجوقی بادشاہوں کے اشاروں پر کام چلایا جا رہا تھا۔ اسی لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ”حکومت بوریہ“ کی نسبت ”حکومت سلجوقیہ“ خلافت عباسیہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ اس لیے کہ یہ لوگ ”اہل سنت“ اور وہ ”اہل تشیع“ تھے۔ اس خلافت نے ان دوسروں کے تسلط سے بچتے ہوئے بڑے کفن مراحل میں سانس لیا۔ اور یقیناً ”حکومت سلجوقیہ“ کا اس علاقے میں ”اہل سنت“ عقائد کی ترویج و استحکام میں اور روئی معرکوں کی روک تھام میں اہم کردار ہے۔ یہ وہی حکومت ہے جس نے (۴۶۳ھ / ۱۰۷۱ء) میں ”ملاذکرد“ کے فیصلہ کن معرکہ میں برابر کا مپ دیا تھا۔ (یعنی رومیوں کا ڈاٹ کر مقابلہ کیا تھا)

لیکن ابھی ۱۰۹۷ء کا برس شروع نہ ہوا تھا کہ یہ حکومت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو گئی

اور باہم متصادم، ایک دوسرے سے دست و گریباں اور ایک دوسرے کو زیر کرنے والی پانچ سلجوقی حکومتیں بن گئیں اور پھر بدستج ان صلیبی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے سے عاجز آتی گئیں۔۔۔ جب کہ مصر ”خلافت فاطمیہ“ کے زیر اثر تھا، جہاں پر ہنگامہ آرائی نے اپنے پنجے گاڑے ہوئے تھے اور بحریہ دن بدن چاروں طرف پھیلتے ہی چلے گئے۔ بالآخر نوبت یہیں جا رسید کہ حلیفوں و فریبوں اور سرداروں میں ختم نہ ہونے والے جھگڑے طول پکڑ گئے۔۔۔

مذکورہ حالات سے بڑھ کر ”ملک شام“ تو فاطمیوں اور سلجوقیوں کی کھینچا تانی میں میدان جنگ بنا ہوا تھا۔ ان دونوں قوتوں کو اس بات کی پروا تک بھی نہ رہی کہ اپنے اپنے ملک اور رعایا کے لیے ضروری حقوق کا خیال ہی دیکھ سکیں۔

تو ان حالات میں چھوٹی چھوٹی اور حقیر سی طوائف الملوکی پر مبنی گردہی حکومتوں نے جنم لیا، کچھ تو ایسی بھی تھیں کہ جن کے پاس ایک قلعے سے زیادہ اور تھوڑی سی زمین کی ٹکڑی کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ یہ عجیب و غریب حکمران آپس میں ایک دوسرے کے خلاف جھگڑنے اور ظلم و زیادتی کرنے والے بنتے گئے۔ ابو شامہ کے بقول۔ کسی کا اپنے بیٹ اور شرم گاہ سے آگے کوئی پروگرام ہی نہ تھا۔

پہلی صلیبی جنگ اور سقوط بیت المقدس | پانچویں صدی ہجری کے آخر میں جب کہ خلافت عباسیہ زوال پذیر تھی اور

امت مسلمہ مختلف ٹکڑوں میں بٹ کر کمزور ہو چکی تھی، مسیحی اقوام کو اپنی ناپاک آرزو کی تکمیل کا موقع مل گیا۔ ”ریڈیا وار“ کے تحت پطرس رابع نے مسلمانوں کے مظالم کی فرضی داستانیں بنا کر پورے یورپ میں اشتعال پیدا کر دیا اور مسیحی دنیا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک آگ لگا دی۔ پوپ اربن دوم نے اس جنگ کو ”صلیبی جنگ“ کا نام دیا اور اس میں شرکت کرنے والوں کے کتابوں کی معافی اور ان کے جنتی ہونے کا مراد سنایا۔ زبردست تیاریوں کے بعد فرانس، انگلینڈ، اٹلی، جرمنی اور دیگر یورپی ممالک کی افواج پر مشتمل تیرہ لاکھ افراد کا سیلاب عالم اسلام کی سرحدوں پر ٹوٹ پڑا۔ روبرٹ

ہارمنڈی، گلا فری اور ریون اٹھولوزی جیسے مشہور یورپی فرمانروا ان بھری ہوئی افواج کی قیادت کر رہے تھے۔ شام اور فلسطین کے ساحلی شہروں پر قبضہ کرنے اور وہاں ایک لاکھ سے زائد افراد کا قتل عام کرنے کے بعد شعبان ۴۹۲ھ بمطابق ۱۰۹۹ء میں صلیبی افواج نے بیالیس دن کے محاصرے کے بعد بیت المقدس پر قبضہ کر لیا اور وہاں خون کی ندیاں بہا دیں۔ فرانسیسی مورخ ”میشو“ کے بقول ”صلیبیوں نے ایسے تعصب کا ثبوت دیا جس کی مثال نہیں ملتی“ عربوں کو اونچے اونچے برہمنوں اور رکانوں کی چمکت سے گرایا گیا، آگ میں زندہ جلا یا گیا، گھروں سے نکال کر میدانوں میں جانوروں کی طرح کھینٹا گیا، صلیبی جنگجو مسلمانوں کو ’مشتول مسلمانوں کی لاشوں پر لے جا کر قتل کرتے‘ کئی ہفتوں تک قتل عام کا یہ سلسلہ جاری رہا، ستر ہزار سے زائد مسلمان (صرف اقصیٰ میں) بچے گئے۔ عالم اسلام پر نصرانی حکمرانوں کی یہ وحشیانہ یاخار تاریخ میں پہلی صلیبی جنگ کے نام سے مشہور ہے۔

نیپائی کمانڈروں نے فتح کے بعد پوپ کو خوشخبری کا پیغام بھجوایا اور اس میں لکھا: ”اگر آپ دشمنوں کے ساتھ ہمارا سلوک معلوم کرنا چاہیں تو مختصر ادا لکھ دینا کافی ہے کہ جب ہمارے سپاہی حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے معبد (مسجد اقصیٰ) میں داخل ہوئے تو ان کے گھٹنوں تک مسلمانوں کا خون تھا۔“ (تاریخ یورپ اے جے گرانٹ ص ۲۵۷)

بیت المقدس کے سقوط کے بعد مسیحی اقوام نے مقبوضہ شام و فلسطین کو تقسیم کر کے مقدس ’طرابلس‘ اناطولیہ اور یافا کی چار مستقل صلیبی ریاستیں قائم کر لیں، حالات نہایت پرخطر تھے، عالم اسلام کے اکثر حکمران خانہ جنگیوں میں مست تھے، بعض صلیبیوں کے حلیف بن گئے تھے، ان میں سے کوئی بھی نصرانیوں سے ٹکرانے کا حوصلہ نہ دیکھتا تھا۔ ایک سال میں تین صلیبی حکومتوں کا قیام | اس صورت حال میں صلیبیوں کا مسلمان ملکوں میں داخلہ آسان تر بن گیا، پہلے تک کہ صرف ایک سال اور چند ماہ کے مختصر عرصے میں اس حساس اسلامی خطے

میں ان صلیبیوں کی مندرجہ ذیل تین صلیبی حکومتیں معرض وجود میں آئیں۔

(۱) ”رها“ کی حکومت: جو ۱۰/ مارچ ۱۰۹۸ء کو قائم کی گئی۔

(۲) ”انٹاکیہ“ کی حکومت: اسی سال ہی ”حزیران“ میں قائم ہوئی جس نے ”القدس“ شہر قبضہ کر لیا۔۔۔

پھر ۱۰۹۹ء میں ”القدس“ شہر میں اس حکومت کو قتل کر دیا گیا۔۔۔ پھر یہ شہر صلیبیوں کے ہاتھوں میں ہی چلا آیا۔ یہاں تک کہ (۸۸ برس بعد) صلاح الدین ایوبی نے ۱۱۸۷ء میں ان سے واپس لیا۔

(۳) ”طرابلس“ کی حکومت: یہ ۱۱۰۹ء میں بنائی گئی۔

صلیبیوں کے اس تیز رفتاری سے حکومتیں بنالینے میں ہمیں زیادہ حیرانی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ ہم گزشتہ پشیمان کن اور ذلت آمیز اسباب دیکھ چکے ہیں۔ اور اس سے بڑھ کر یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ہمارے ان قلعوں کے والیوں اور شہروں کے امراء میں سے چند ایک تو ان حملہ آوروں سے باقاعدہ معاہدہ بھی کیا کرتے تھے۔ اپنے مال اور اپنی اولاد ان کے سامنے حاضر خدمت کر دیا کرتے، اس حال میں کہ وہ ”القدس“ شہر قبضہ کرنے والے تھے۔ جیسا کہ ”شیزر“ میں بنو منذر نے کیا اور ”طرابلس“ میں بنو عمار نے یہ نادرانہ کام کیا۔ اور کچھ اور بھی ہیں ”بنو ان کے نقش قدم پر چلے، جو اپنی حقیر، کمینہ اور ذلیل حکومتوں کو بچانے کے عوض اس قوی خیانت اور ذلت پر راضی ہو بیٹھے تھے۔

بیداری کا زمانہ تقریباً چالیس سال تک عالم اسلام پر جمود طاری رہا۔ پھر یکایک ان طاقت لبروں میں جہادی اضطراب پیدا ہونا شروع ہو گیا۔ یہ بالکل

نہیں ہو سکتا تھا کہ مسلمان انہی حالات میں سے گزرتے چلے جائیں۔۔۔ ان مایوسیوں کے بعد امت کا شعور بیدار ہونا شروع ہوا، ان سے نجات پانے اور رہائی حاصل کرنے کے لیے سوچیں پروان چڑھنے لگیں، کیونکہ مسلمان۔۔۔ باوجود ان کٹھن حالات کے جو ان پر چھائے ہوئے تھے۔۔۔ پھر بھی قرآن پاک، سنت نبویؐ اور سیرت نبویؐ کی برکت سے اپنے دلوں میں اپنے وجود کے رویں رویں میں (اور ریشے ریشے میں) ان اسلامی عقائد و

تعلیمات کو جگہ دیتے آئے ہیں۔

عماد الدین زنگی کے ہاتھوں صلیبیوں کی ٹھکانائی | ان کرب ناک حالات میں اللہ تعالیٰ نے ایک ترکی نور ان "عماد

الدین زنگی" کو اس کام کے لیے حوصلہ بخشا، یہاں تک کہ ۵۲۱ھ میں موصل کی چھوٹی سی ریاست اس کے ہاتھ لگ گئی۔ پھر اس نے توفیق انہی اپنی شان عبقری، جرأت و ہمت، جذبہ ایمانی اور غیرت اسلامی کے جذبوں سے سرشار ہو کر، مسلمانوں کی آرزوؤں اور تمناؤں پر لبیک کہتے ہوئے اس مشکل کام کا جوا اٹھایا۔ اپنی مختصر سی اسٹیٹ کو اس طرح وسیع کیا کہ حلب، حماہ اور حمص کے علاقے اپنے ساتھ ملا لیے۔ جس سے ایک چھوٹا سا "متحدہ اسلامی بلاک" بن گیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس جہاد کی برکت سے "الرہا" کا علاقہ صلیبیوں سے داغدار کر دیا، اور ۵۲۹ھ بمطابق ۱۱۳۲ء میں عیسائیوں کی اس حکومت کو ختم کر دیا، تو مسلمانوں نے کسی حد تک راحت و اطمینان کا سانس لیا۔ ان کی خود اعتمادی پلٹ آئی انہوں نے "الرہا" شہر پر اپنے دوبارہ قبضے کو "فتح الفتح" کا نام دیا۔

عماد الدین زنگی دھڑے کے پے در پے حلوں نے بیسائی فاتحین کے دماغ سے تمام اسلامی دنیا کو زیرِ تعلیم کرنے کا خیال رخصت کر دیا اور وہ فلسطین اور شام کے مقبوضات کے دفاع میں گویا اپنی بڑی کامیابی سمجھنے لگے تاہم عماد الدین زنگی دھڑے نے ان کی یہ خام خیالی بھی دور کر دی اور حصن بامین، "حلبک" اور "رہا" کے اہم مراکز ان کے قبضے سے آزاد کرا لیے۔

پھر وہ اس اسلامی بلاک کی توسیع میں مسلسل کوشاں رہا۔ اس نے اپنا جہادی یافزاروں کو جاری رکھا۔ یہاں تک کہ اس نے ان داخل انداز غاصب صلیبیوں کے ناپاک وجود کو ہلا کر رکھ دیا۔ بالآخر ۵۳۱ھ میں "جعبر" نامی قلعے کے محاصرے کے دوران استمسلمہ کا یہ عظیم سپہ سالار اور مجاہد شہید کر دیا گیا۔ (اللہ وانا الیہ راجعون)

نور الدین محمود اور اس کے جہادی و قتالی عزائم | پھر اس کے ہونہار سپوت نور الدین محمود نے اس علم کو



سلطان لور الدین، دمشق کا چلایا ہوا وہ، کراچی، میجر فرخویمسورجی اور پاشیدارنی میں اپنی مثال آپ تھا۔ سلطان نے اسے اپنی مگرانی میں قید کر دیا تھا تاکہ فتح بہت لمبے
 کے بعد اسے مسجد کے خرابی کے ساتھ نصب کیا جاسکے۔ ان کے جائیں اور وارث سلطان صلاح الدین جوہی مدینہ نے ان کا یہ ارمان پورا کیا اور اس میجر کو فتح
 بہت لمبے کے بعد شام کے شہر حلب سے لا کر مسجد اقصیٰ کی زینت بنایا۔ ۱۹۶۹ میں یسوزوں نے مسجد کو آگ لگائی تو یہ عجیبہ روز بھر میجر بھی جل گیا، اب یہ مسجد
 متعلقہ خائب کمرشیں رکھا ہوا ہے اور بھر کی موز کا چاند کا منتظر ہے جو اسے اس کے اصل مقام پر نصب کر سکے۔

انشایا، اللہ تعالیٰ نے اسے صلیبیوں کے ساتھ جہاد کرنے کا سچا جذبہ عطا فرمایا۔ اس نے کتنے ہی قلعے اور شہر صلیبیوں کے قبضے سے واپس لیے۔ اللہ تعالیٰ بھی اسے اس کی خلوص نیت اور رفتار عمل جہاد کی نسبت سے اپنی مدد خاص سے نوازتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے "المقدس" شہر صلیبیوں سے چھڑوانے کا مصمم ارادہ کر لیا، یہاں تک ہی نہیں بلکہ اس نے "بیت المقدس" میں رکھوانے کے لیے ایک منبر بھی بنوایا، کاریگروں کو انتہائی مہارت اور دلچسپی سے بنانے کا حکم دیا۔ بڑھتی حضرات کو یوں سمجھایا کہ "ہم نے اسے "بیت المقدس" کی زینت بنانا ہے لہذا اپنے فن کی مہارتوں کی انتہا کر دو" چنانچہ کاریگروں نے کئی سالوں کی محنت شاقہ سے اسے تیار کیا۔ امام ابن الاثیر "الکامل" میں اس پر یوں رقمطراز ہیں:

(اَفَجَاءَ عَلٰی نَحْوِ لَمْ يَعْمَلْ فِي الْاِسْلَامِ مِثْلَهُۥۥ)

"کہ یہ ایسا کارنامہ ہے جو اس سے قبل کوئی مسلمان انجام نہ دے سکا تھا۔"

ان کوششوں کے ساتھ ساتھ اس نے اسلامی ہلاک کو متحد اور بیدار رکھنے کی کاوشیں بھی تیز کر دیں، جن کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اسے بکھری ہوئی، چھوٹی چھوٹی من پسند قلعوں اور شہروں کی حکومتوں کی بجائے ایک طاقتور جہاد جاری رکھنے والی سلطنت عطا فرمائی، "جزیرۃ فراتیہ" (سوریہ) (یعنی شام) اور "مصر" حجاز اور یمن اس سلطنت کے مضبوط پائے تخت سمجھے جانے لگے۔

سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ نے صلیبیوں سے جہاد کا علم منجھل لیا، اور اپنے مسلسل حملوں سے تمام دیہائے عیسائیت کو بدحواس کر دیا اور یوں محسوس ہونے لگا کہ نور الدین زنگی کی قیادت میں مسلمان جلد یا بدیر بیت المقدس کو بازیاب کرالیں گے۔ اس خطرے کو بھانپ کر جرمنی کے بادشاہ کو زراد ثالث اور فرانس کے تاجدار لوئی ہشتم نے مشترکہ جہاد کے ساتھ ایک ٹڈی دل لشکر ترتیب دیا اور ۵۴۲ء میں عالم اسلام پر چڑھائی کر دی۔ سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ نے مومنانہ شجاعت اور غیر معمولی استقامت کے ساتھ دو سال تک ان کا بھرپور مقابلہ کیا اور انہیں عبرتناک شکست دے کر واپس

لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ عیسائی حملہ آوروں کی اس دوسری مشترکہ یاخار کو تاریخ میں دوسری صلیبی جنگ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

چند سال بعد سلطان نور الدین نے ایک زبردست مصر کے میں دس ہزار صلیبی جنگجوؤں کو ۱۱۷۷ء تک کر کے ان کے اہم مرکز قلعہ حارم پر قبضہ کر لیا، بعد ازاں دنیائے عیسائیت کے مقابلے میں مضبوط مورچے تیار کرنے کے لیے انہوں نے دمشق اور مصر کو بھی زیرِ تعلیم کر لیا۔ دمیاط اور اسکندریہ کی بندرگاہوں پر تسلط کے بعد انہوں نے یورپ کے بحری راستے سے شام اور بیت المقدس کے عیسائیوں کی کمک کا راستہ بند کر دیا۔ سلطان نور الدین زنگی رحمہ اللہ بیت المقدس کی آزادی کے لیے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے رہے تھے کہ ان کا وقت موقوف ہو گیا۔

کاش! ذات باری تعالیٰ اسے پورے عالم اسلام کو متحد کرنے کے لیے کچھ مہلت اور دے دیتی!..... وجود اسلامی کے ایک ایک رگ و ریشے میں روح اسلام کو سرايت ہو لینے دیتی!..... "القدس" شہر فتح ہو لیتے دیتی!..... "مسجد اقصیٰ" میں اس منبر کو نصب ہو لینے دیتی!.....

افسوس! کہ موت نے اسے مہلت نہ دی اور پھر موت بھی اس حالت میں کہ ۵۶۹ھ میں قلعہ دمشق کے ایک معمولی سے کمرہ میں یہ اللہ کا نجلید و عاجز بندہ اللہ رب العزت کی بارگاہِ اقدس میں مصروفِ عبادت تھا۔ ابھی اس نے اپنی عمر کی سانٹھ بہاریں ہی دیکھی تھیں۔۔۔۔۔ **رَأٰنَا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ**

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ علمِ جہاد تھامتے ہیں | پھر اس کے چچے اس کے شاکر و رشید سلطان ناصر یوسف صلاح

الدین نے بیت المقدس اور فلسطین کو آزاد کرانے کے لیے پھر سے اس علمِ جہاد کو اٹھا لیا۔۔۔۔۔ صلاح الدین کی شخصیت میں تقریباً تمام اسلامی محاسن و خصائل کوٹ کوٹ کر بھر دیئے گئے تھے۔ اس میں بردباری و پرہیزگاری ارادے کی چٹنگی و پیش قدمی دنیائے بے رغبتی اور محض "مہمات سیاسی و تدبیر عملی" ہمہ وقت جہاد کے لیے کمر بستہ، علم دوستی

اور علماء کی قدر وانی جیسی اعلیٰ صفات قائل رشک تھیں۔ یقیناً جن کو اللہ تعالیٰ اپنے دین کی سربلندی، اپنے دشمنوں کی سرکوبی کے لیے چن لیتا ہے ان میں یہ صفات لازماً موجود ہوتی ہیں جو اپنا حصہ ڈال کر تاریخ اسلام کا رخ صحیح جانب موڑ دیتے ہیں۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ کی شخصیت اسلامی تاریخ میں ایک ناقابل فراموش مقام رکھتی ہے۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ جماد مسلسل سے عبارت تھا، انہوں نے دین مبین کی سربلندی، کفر سے جہاد اور بیت المقدس کی بازیابی کے لیے انتھک جدوجہد کی اور اللہ بزرگ و برتر نے انہیں ان کے ارادوں میں کامیاب کیا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی کا تعلق کرد قوم سے تھا جو شام، عراق اور ترکی کی جنوبی سرحدوں میں پائی جاتی ہے۔ ان کے والد نجم الدین ایوب شرقی آذربائیجان کے ایک گاؤں ”دوین“ کے رہنے والے تھے، بعد میں وہ شام آکر عماد الدین زنگی کی فوج میں شامل ہو گئے۔ ان کے بھائی ”اسد الدین شیرکوہ“ بھی ان کے ساتھ تھے۔ دونوں نے اپنی صلاحیتوں کی بناء پر نمایاں ترقی کی۔ نجم الدین ایوب کے بیٹے ہونے کی حیثیت سے صلاح الدین ایوبی کے لیے بھی ترقی کے راستے کھل گئے۔ سلطان نور الدین زنگی نے ان کی قابلیت دیکھتے ہوئے مصر کی فتح کے لیے انہیں اسد الدین شیرکوہ کا دست راست بنا کر روانہ کیا۔ مصر قبضے کے کچھ عرصے بعد جب شیرکوہ نے وفات پائی تو نور الدین زنگی کے نائب کی حیثیت سے صلاح الدین ایوبی نے وہاں کی حکومت سنبھال لی۔ ۵۵۹ھ میں سلطان نور الدین زنگی کی وفات کے بعد صلاح الدین ایوبی مصر کے خود مختار حاکم بن گئے۔ بعد ازاں انہوں نے دمشق اور شام کی چند دیگر چھوٹی چھوٹی کمزور مسلم ریاستوں کو بھی اپنی تحویل میں لے کر ایک عظیم الشان سلطنت قائم کی جو صلیبی حکمرانوں کی متحدہ طاقت کا مقابلہ کرنے اور انہیں اسلامی مقبوضات سے نکالنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی تھی۔

اس سے قبل سلطان کی زندگی ایک عام سپاہی کی سی تھی مگر حکمران بننے ہی ان کی طبیعت میں عجیب تبدیلی پیدا ہوئی، انہوں نے راحت و آرام سے منہ موڑ لیا اور محنت و مشقت کو خود پر لازم کر لیا۔ ان کے دل میں یہ خیال جم گیا کہ اللہ کو ان سے کوئی بڑا کام

لینا ہے جس کے ساتھ عیش و آرام کا کوئی جوڑ نہیں۔ وہ اسلام کی نصرت و حمایت اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے کمر بستہ ہو جائے، ارض مقدس کو صلیبی جنگجوؤں کے وجود سے پاک کرنا انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا۔

صلاح الدین ایوبی دہشت گردی کے آخری برسوں کے دوران اسی کام کے کرنے کی کوشش کی۔ اس کی شخصیت میں موجود فصاحت و کلمات کا بھی یہی تقاضا تھا کہ تاریخ اسلام میں ہمیشہ جاتی رہنے والے کچھ شاعر اور عالی شان کارنامے سرانجام دے لے۔ تو قصہ مختصر اب لیجیے! اس کے کچھ ایسے ہی اعمال اور کارناموں کا بیان بھی ملاحظہ



مسجد انبی کے محراب و منبر کا ایک دلکش منظر یہ خوبصورت پر شکوہ اور پاد تار مقام اٹ کے سب شمار
مغرب بندوں اور سلطان صلاح الدین اہلبی کے مجاہدین و غازیوں کی مسجد و گاہ رہا ہے۔

حطین میں صلیبیوں پر قہر و غضب

”حطین“ بحیرہ طبریہ کے مغربی جانب واقع ہے، جو اب مقبوضہ فلسطین میں ہے۔ یہ ایک سرسبز و شاداب بستی ہے جس میں پانی کی فراوانی بھی ہے اس میں جیسا کہ زبان زد عام ہے۔ کہ شعیب ؑ کی قبر بھی موجود ہے۔ اس بستی کے قریب ہی سلطان صلاح الدین ؒ کا صلیبیوں سے ایک خون ریز معرکہ ہوا تھا، وہ کس طرح ہوا تھا؟ ابھی تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں۔ ۵۸۳ھ بمطابق ربیع الاول کی ۲۴ تاریخ کو بروز ہفتہ یہ معرکہ ہوا۔ اس معرکہ سے قبل صلاح الدین ایوبی ؒ کی حالت مضبوط، قوت بازو تو آنا، لشکر جرار، اور لوگوں کا جم غفیر اس کے ایک اشارہ آہر پر اسلام پر شمار ہونے کو تیار تھا۔ سلطان صلاح الدین نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ان تمام نعمتوں اور قوتوں کو صلیبیوں کے مقابلے میں استعمال کرنا چاہا تاکہ ان کی ایش سے ایش بجا دی جائے۔

پاس کی شدت کا عذاب اوپر سے مجاہدین کی یلغاریں | انہیں یہ خبر ملی تھی کہ ”عکاک“ کی سر زمین میں ”صفوریہ“ کی چراگاہ میں صلیب کے بجا دی اپنے لاؤ لشکر سمیت اکٹھے ہو رہے ہیں۔ سلطان اپنے لشکروں سمیت حطین کے علاقے بحیرہ طبریہ کے غری پہاڑ پر ان کے قریب ہی خیمہ زن ہوا۔ اس نے صلیبیوں کو ابھارا اور انہیں وہاں سے نکال کر ایسے علاقے میں لانے میں کامیاب ہو گیا جہاں پانی نہ تھا۔ راستوں میں واقع جو چند چشمے اور تالاب تھے ان کو بھی مسلمان مجاہدین نے ناقابل استعمال بنا دیا تھا۔

جب مسلمان اور صلیبی ایک دوسرے کے قریب ہوئے تو شدت پاس سے

صلیبی بہت تنگ ہوئے۔ اس کے باوجود وہ اور مسلمان ڈٹ کر لڑتے رہے، بہادری اور صبر سے داد شجاعت دیتے رہے، مسلمانوں کے مقدمہ الجیش یعنی سپاہ کے اگلے دستے بلندی پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے۔ جس کے بعد انہوں نے ان اللہ کے دشمنوں پر تیروں کی بوچھاڑ سے وہ بارش برسائی جیسا کہ وہ منتشر ٹڈی دل کا حملہ ہو، اس سے دشمن کے ان گنت گھوڑ سوار جہنم واصل ہوئے۔ اس دوران صلیبیوں نے بارہا پانی والی جگہ کی طرف بڑھنے کی کوششیں کیں کیونکہ وہ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ صرف شدت پیاس ہی کی وجہ سے وہ کثیر تعداد میں مر رہے ہیں۔ اس بیدار مغز قائد و سپہ سالار نے ان کے ارادوں کو بھانپ لیا تو وہ ان کے اور ان کی مطلوبہ چیز یعنی پانی کے درمیان حائل رہا اور ایسے ہی ان کی شدت پیاس کو برقرار رکھل۔

جوش جہاد اور طلب شہادت کے ٹٹھا ٹھیس مارتے سمندر | پھر خود بنفس انفس طوفانی مودوں کی

طرح مسلمانوں کے پاس پہنچ پہنچ کر انہیں ابھارتا رہا، جو اس شہادت کے صلے میں انہیں اللہ کے پاس سے ملنے والا تھا، اس کی رغبت دلاتا رہا۔۔۔۔۔ شوق جہاد پیدا کرتا رہا۔۔۔۔۔ ان صابر اور صادق مجاہدین کے لیے اللہ کی تیار شدہ نعمتوں کو یاد دلاتا رہا۔۔۔۔۔ تو مسلمانوں کی حالت دیدنی بن گئی کہ وہ موت یعنی مرتبہ شہادت کے حصول کے لیے دیوانہ وار آگے بڑھنے لگے۔۔۔۔۔ جوں جوں اپنے سالار کی حالت کو دیکھتے اور اس کی ایمان افروز باتوں کو سنتے تو ظاہری زندگی سے دست کش ہو کر جنت کی طرف لپکنے لگے۔ گویا کہ اپنی زبان حائل سے یوں پکار رہے ہوں کہ ”ہمیں ان صلیبیوں کی صفوں کے پیچھے جنت مل رہی ہے۔“

اچانک ایک نوجوان بچلی کی طرح تگوار لیے نکلتا ہے | چشم زدن میں ایک نوجوان مسلمانوں کی

صفوں سے بچلی کی طرح نمودار ہوا، اور صلیبیوں کی صفوں کے سامنے سینہ تانے کھڑا ہو گیا، جیسے ”موت پر بیعت“ کرنے والے لڑتے ہیں، ایسی بے جگری سے لڑا کہ دشمن حیران و ششدر رہ گیا۔ پھر دشمن اس پر ٹوٹ پڑے اور اسے شہید کر دیا۔ اس کا شہید ہونا

کیا تھا گویا کہ چڑوں کے خزانوں میں آگ سا گادی گئی ہو۔ مسلمان طیش میں آ گئے، ان کے سینوں میں دوش انتقام کا طوفان ٹھاٹھیں مارنے لگا۔ لہذا انہوں نے ایسا نعرہ تکبیر بلند کیا کہ جسے کائنات کے کناروں نے سنا ہو گا اور آفاق عالم نے جس کا جواب دیا ہو گا۔ پھر مسلمانوں نے صلیبیوں پر وہ پُر ظلموں فدائیانہ اور جانثارانہ حملے کیے جنہوں نے صلیبیوں کی صفوں کو تتر بتر کر کے رکھ دیا، صلیبی فوج کے سربراہ ”الکونٹارکونڈ“ کا دل باغی سی اور ہائیڈی سے بھر گیا، اس نے میدان جنگ سے فرار ہونے کی کوشش کی، لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا؟ اس نے اپنا ایک گھوڑ سوار دستہ اکٹھا کیا اور قریبی مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تاکہ بھاگنے کے لیے کوئی راستہ بنا سکے، لیکن اس جانب صلاح الدین ایوبی کا احتجاجی الدین عمر مقرر تھا، جب اس نے دیکھا کہ وہ ایک معیبت زدہ اور مایوس آدمی کے حملہ کرنے کی طرح حملہ آور ہیں، کوئی راہ فرار چاہتے ہیں، تو اس نے انہیں بھاگنے کی راہ دے دی۔ انہوں نے جان کی امان میں ہی عافیت جانی اور دم دبا کر بھاگ نکلے۔ وہ ایسے بھاگ رہے تھے کہ پلٹ کر بھی نہ دیکھتے تھے، کیونکہ ان کی مطلوب اب ایک ہی چیز تھی کہ بھاگو بھاگو اور جان بچاؤ۔

آگ کا بطور جنگی ہتھیار استعمال اور یہ بھی اتفاق کی بات تھی کہ وہ علاقہ ایسا تھا جہاں خشک گھاس اور خزاں زہ خشک درخت بکثرت موجود تھے اور وہ دن بھی انتہائی زیادہ گرمی والے، نو چلنے کے ایام تھے، مسلمانوں نے اس میں آگ لگادی، آگ بڑھی، شعلے اٹھے، ہوا کا رخ بھی صلیبیوں کی طرف تھا۔ تو اس طریقے سے صلیبیوں پر کئی حرارتیں حملہ آور تھیں یعنی آگ کی حرارت..... دھوئیں کی حرارت..... پیاس کی حرارت..... قتل کی حرارت اور موسم کی حرارت..... سب کی سب آٹھنی ہو گئی تھیں۔ اس سے قتل انہوں نے ایسا حال سمجھی نہ دیکھا ہو گا۔ (کیونکہ یہ صلیبی اکثر سرد اور برفانی علاقوں کے رہنے والے تھے)

عبرت ناک اور حسرت ناک موت کا یقین انہیں اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ کوئی راستہ انہیں موت سے بچا نہیں سکے گا

سوائے اس کے کہ اپنے ”عقیدہ“ کا۔ خواہ وہ کیسا بھی ہے۔ دفاع کرنے والے کی طرح بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے موت کی طرف ہی بڑھا جائے۔ ادھر ان مسلمانوں کا کیا جوش اور دلولہ ہو گا جو اپنے بچے عقیدے کے ساتھ لڑ رہے تھے، جن کے گھر بار لوٹ لیے گئے تھے جن کے علاقے چھین لیے گئے تھے۔

صلیبی ایک بار پھر جمع ہوئے، مسلمانوں پر کئی حملے کیے، قریب تھا کہ مسلمانوں کو ان کی جنگوں سے ہٹا دیتے مگر ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت نہ ہوئی۔ بس یہ ہوتا رہا کہ ہر بار صلیبی جب حملے سے واپس پلٹتے تو مقتولین اور مجروحین کی تعداد میں اضافہ ہی پاتے۔ یہاں تک کہ کمزور سے کمزور تر ہی بنتے گئے۔ امام ابن الاثیر کے بقول۔۔۔ مسلمانوں نے انہیں دائرے کے محیط کی طرح گھیرے میں لے لیا، کچھ باہر بچے تو وہ عظیم کی ایک جانب ایک ٹیلے پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے، وہیں انہوں نے اپنے خیمے نصب کرنا چاہے تو مسلمان ان پر چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے، اکثر کو جہنم واصل کیا پھر بھی وہ ایک خیمہ نصب کرنے میں کامیاب ہو ہی گئے اور وہ بھی اپنے بادشاہ کا خیمہ۔۔۔

صلیب اعظم پر مجاہدین کا قبضہ
مسلمانوں نے دریں اثناء ان سے اس ”صلیب اعظم“ کو چھین لیا جس کو ”صلیب املوت“ کہتے تھے۔ اس صلیب کا مسلمانوں کے قبضہ میں آ جانا ان کے لیے سب سے بڑی پریشانی بن گئی۔ اور سے اللہ کا لشکر یعنی مسلمان انہیں نہ تنگ بھی کیے جا رہے تھے اور بے شمار کو قیدی بھی جا رہے تھے، یہاں تک کہ اس ٹیلے پر بادشاہ کے خواص اور بہادر تقریباً ڈیڑھ صد گھوڑ سوار باقی رہ گئے۔

صلیبی بادشاہ کے خیمے کی تباہی اور سجدہ میں شکرانہ کے آنسو | یہاں سے ہم صلاح الدین کے بیٹے سلطان افضل کی بات آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو اس نے معرکہ کے اس مرحلہ سے متعلق اپنی بیٹی شہادت کے طور پر بیان کی ہے، وہ بتاتا ہے کہ ”میں بھی اس معرکہ میں اپنے ابو کے ہمراہ تھا۔ ان افرنگیوں نے اپنے مد مقابل مسلمانوں پر یک بارگی ایک بڑا

خطرناک حملہ کیا، یہاں تک کہ انہیں میرے ابو کے قریب تک لے آئے۔ میں نے اپنے ابو جان کی طرف نگاہ اٹھائی تو چہرے پر پریشانی اور غصے کے آثار دیکھے، انہوں نے اپنی ریش مبارک کو پکڑا اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ مسلمانوں نے اس کی پیروی کی۔ فرنگی شکست کھا کر پیچھے ہٹے اور ایک ٹیلے تک پہنچ کر پناہ گزین ہوئے۔ میں اس دم زور زور سے چلا رہا تھا، ”ہم نے انہیں ہرا دیا، ہم نے انہیں شکست دے دی!“ فرنگی دوبارہ چلے، دوسری بار پھر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے اپنے سامنے والے مسلمانوں کو پھر میرے ابو تک پہنچا دیا۔ میرے ابو جان نے دوبارہ پہلے کی طرح کیا، مسلمان بھی ان کے ساتھ ہی چھپے اور یوں دوبارہ انہیں اس ٹیلے تک پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا۔

دراصل سلطان صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ اپنا یہ فعل و عمل اس انداز سے کر رہے تھے جس انداز سے رسول اللہ ﷺ نے یوم بدر میں کیا تھا۔ جیسا کہ سیدنا علیؑ بن ابی طالب روایت بیان کرتے ہیں: ”جب لڑائی اپنے ذوق پر ہوتی، آنکھیں جوش انہام میں سرخ ہو چکی ہوتیں تو لوگ آپ کے پاس آکر اپنے آپ کو بچایا کرتے تھے، لڑائی کی اس حالت میں آپ دشمن کے قریب ترین ہوا کرتے تھے۔“ یہ بات کوئی قابلِ تہنّب بھی نہیں۔ بلکہ ایسے سرے میں ایک حقیقی مؤمن سپہ سالار کو جو صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ جیسا ہو، اسے رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہی کرنی چاہیے۔

جب مسلمان دوسری مرتبہ افرنگیوں پر چھپے افضل پھر چلانے لگا: ”ہم نے انہیں شکست دے دی۔۔۔۔۔ ہم نے انہیں ہرا دیا۔۔۔۔۔!“ تو سب باپ (سلطان) اس کی طرف چلنا اور اسے کنا: ”پپ ہو جا۔ جب تک اس خیمہ کو اٹھانے میں گے ہم نے انہیں شکست نہیں دی“ یہ صلیبی بادشاہ کے اس خیمے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو ٹیلے پر نصب کیا گیا تھا۔ صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ نے ابھی اپنا یہ حملہ پورا بھی نہ کیا تھا کہ مجاہدین کی طرف سے اس خیمے کو زمین بوس کیا جا چکا تھا۔ سلطان یہ دیکھتے ہی اپنے گھوڑے سے نیچے اترے اور پارکا، اُٹھی میں سجدہ شکر کیا۔۔۔۔۔ اس کے ساتھ ہی، جو اللہ نے مسلمانوں پر انعام

فرمایا تھا، آپ کے گندم گوں رخصاروں پر خوشی و انبساط کے آنسو سوتی بن کر بہہ رہے تھے۔ اللہ اکبر! یہ یادگار معرکہ فلسطین کی صلیبی ریاستوں کے مکمل خاتمے اور بیت المقدس کی آزادی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ اس معرکہ کے متعلق مغربی مورخ لین پول لکھتا ہے:

کئے ہوئے سرخ ریزوں کی فصل کی مانند ہر طرف بکھرے پڑے تھے۔

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن کی گرفتاری

مسلمان نیلے پر چڑھ گئے، تمام فرنگیوں کو قیدی بنا لیا۔ ان میں بیت المقدس کا بادشاہ ”جان نور جیان“ اور ”مرک“ قلعہ کا مالک ”البرنس آرنالٹ“ بھی شامل تھا۔ تمام فرنگیوں میں اس سے بڑھ کر مسلمانوں کا کوئی بھی دشمن نہ تھا۔ مسلمانوں نے ان میں سب سے عظیم المرتبت ہری فوج کے کمانڈر ان چیف ”جیرارڈی ویڈ فورٹ“ کو بھی گرفتار کر لیا۔ مسلمانوں نے ان کے ہمت سے سرکردہ لیڈروں کو بھی قابو کر لیا تھا۔ ان کے علاوہ ہری فوج اور صحرائی و بیابانی فوج کے دستوں کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان میں جنم واصل بھی بکثرت ہوئے اور بکثرت ہی گرفتار ہوئے۔ جو کوئی ان کے مقتولوں کو دیکھتا تو یہ خیال کرتا کہ کوئی ایک بھی گرفتار نہ ہوا ہو گا (یعنی سب کے سب جنم واصل ہو گئے ہیں) جو کوئی ان کے قیدیوں پر نگاہ ڈالتا تو یہ خیال کرتا کہ کوئی بھی قتل نہیں ہوا ہو گا (یعنی سب کے سب قیدی بنائے گئے ہیں یعنی وہ اس کثرت سے مقتول اور قیدی ہوئے تھے) ان ظالموں کو جب سے (یعنی ۱۲۹۱ھ / ۱۲۹۷م) سے یہ ان اسلامی ممالک میں گھسے ہیں، اتنا بڑا نقصان برداشت نہیں کرنا پڑا جتنا اس معرکہ میں۔ عیسائی مورخ پچاز اس جنگ میں عیسائیوں کے نقصان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تفصیل سے لکھتا ہے:

”فتح مسلمانوں کی طرف مائل ہو چکی تھی لیکن رات نے دونوں فوجوں کو اپنے

تاریک پردوں کے نیچے چھپا لیا، اور فوجیں اسی طرح ہتھیار پٹنے ہوئے جہاں

تھیں صبح کے انتظار میں پڑ رہیں۔ ایسی رات میں آرام کس کو نصیب ہو سکتا تھا۔ سلطان تمام رات فوجوں کو جنگ کے لیے برا بھلا کرتا رہا۔ نہایت پرہوش افشاں میں ان کی ہمت اور جوصلوں کو بڑھانے کی کوشش کی۔ تیراندازوں میں چار چار سو تیر تقسیم کر کے ان کو ایسے مقامات پر متعین کیا کہ عیسائی فوج ان کے احاطہ سے نہ نکل سکے۔

تیس ہزار صلیبی فوجی مجاہدین کے ہاتھوں کٹتے ہیں! عیسائیوں نے تاریکی سے یہ فائدہ اٹھایا کہ اپنی صفوں کو قریب قریب یکجا کر لیا، لیکن ان کی طاقت صرف دو چکی تھی۔ دوران جنگ بعض اوقات وہ ایک دوسرے کو موت کی پرواہ نہ کرنے کی تعلیم دیتے تھے اور بعض اوقات آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے اپنی سلامتی کی دعاؤں مانگتے تھے۔ کسی وقت وہ ان مسلمانوں کو جو ان کے نزدیک تھے دھمکیاں دیتے تھے۔ اور اپنے خوف کو چھپانے کے لیے ساری رات فوج میں ڈھول اور فیر بجاتے رہے۔

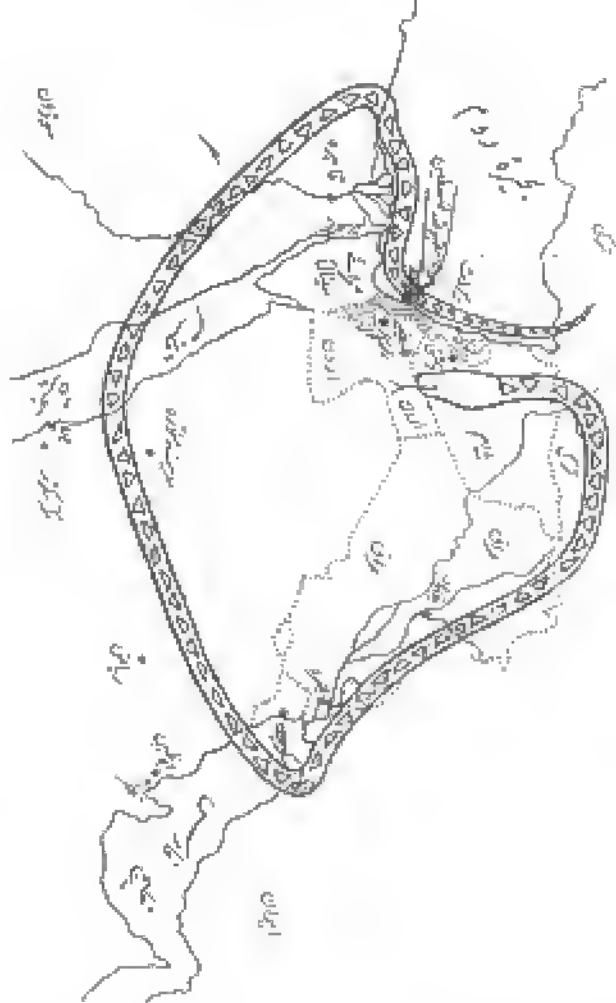
آخر کار صبح کی روشنی نمودار ہو گئی جو تمام عیسائی فوج کی برہادی کا ایک نشان تھی۔ عیسائیوں نے جب صلاح الدین کی تمام فوج کو دیکھا اور اپنے آپ کو سب طرف سے گھرا ہوا پایا تو خوفزدہ اور متعجب ہو گئے۔ دونوں فوجیں کچھ دیر تک ایک دوسرے کے سامنے اپنی اپنی صفوں میں آراستہ کھڑی رہیں۔ صلاح الدین حملہ کا قلم دینے کے لیے افق پر روشنی کے اچھی طرح نمودار ہو جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ جب صلاح الدین نے وہ ملک لفظ پکار دیا تو مسلمان سب طرف سے یکبارگی حملہ کر کے خوفناک آوازیں بلند کرتے ہوئے (جس سے اس انگریز مورخ کی مراد لغز اللہ اکبر ہے) ٹوٹ پڑے۔ عیسائی فوج کچھ دیر تک تو جان توڑ لڑی مگر ان کی قسمیں ان کے دلوں کو ختم کر چکی تھیں۔ ان کی بائیں جانب کوہ عثین واقع تھا۔ کھواروں اور نیزوں کے سایہ میں چلا نہ دیکھ کر وہ عثین کی طرف بڑھے کہ اسی کو اپنا پناہ گاہ بنالیں لیکن تعاقب کرنے والے مسلمان وہاں ان سے پہلے پہنچنے والے تھے۔ یہی مقام اس عظیم اور سبب خونریزی کی یادگار ہونے (بننے) والا

تھا۔ صلیب کی لکڑی جو ”عکا“ کے پادری کے ہاتھ میں تھی پادری کے کٹ کر گر جانے پر ”لذا“ کے پادری نے سنبھالی مگر وہ معہ صلیب کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو گیا۔ صلیب کو چھڑانے کی کوشش کرنا بقیہ عیسائی فوج کی موت کا باعث ہو گیا۔ زمین کی زمین کشتوں سے بھر گئی۔ خون کا دریا بہہ نکلا۔ ایک روایت کے مطابق تیس ہزار عیسائی فوج کے خون سے زمین رنگی گئی اور تیس ہزار ہی مسلمانوں کی قید میں آ گئے۔ مسلمانوں کی فوج کے نقصان کا کوئی صحیح اندازہ بیان نہیں کیا گیا مگر ایسی فتح آسانی سے حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ عیسائی ٹانٹ اور سوار سر سے پاؤں تک لوہے کی زوروں وغیرہ میں ایسے چبھے ہوئے ہوتے تھے کہ سوائے آنکھ کے ان کے جسم کا کوئی مقام نکلا نہیں ہوتا تھا اور کوئی ہتھیار آسانی سے ان پر کارگر نہیں ہو سکتا تھا۔“

جب چالیس چالیس صلیبی قیدی خیمے کی ایک رسی سے باندھے گئے؟ ایک

مسلمان مؤرخ اس امر کو بالکل ایک عجیب واقعہ کے بیان کرتے ہوئے اور جمادی عظمت کے حقائق کو انکشاف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ :

”عیسائی سوار سر تپا لوہے سے ڈھنگے ہوئے تھے اور ان کے جسم پر نیزہ اور تلوار سے کوئی زخم لگنا مشکل ہوتا تھا۔ اس لیے پہلے گھوڑے کو قتل کر کے سوار کو زمین پر گرانا پڑتا تھا اور پھر اس کو مارا جاتا تھا۔ اسی سبب سے تمام ہتیار ہاں غنیمت میں کوئی گھوڑا مسلمانوں کے ہاتھ نہ آیا۔ عیسائی مقتولوں کے خست ہیبت ناک نظارے مؤرخوں نے بیان کیے ہیں۔ ان کی صفوں کی صفیں کٹی پڑی تھیں اور جدھر نظر جاتی تھی۔ اسی طرح عیسائی قیدیوں کی تعداد بھی عظیم تھی۔ ایک ایک رسی میں تیس تیس چالیس چالیس عیسائی باندھ دیئے گئے اور سو سو اور دودو سو قیدیوں کو ایک ایک جگہ بند کیا گیا، جن پر ایک ہی مسلمان محافظ تھا۔ ایک شخص اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتا ہے کہ ”ایک مسلمان سپاہی اکیلا ۴۰ عیسائی قیدیوں کو خیمہ کی رسی سے باندھ کر ہانکا ہوا لے جا رہا تھا۔ دمشق میں



صلیبیوں اور یہودیوں کے شروع سے یہ ٹکڑہ عزائم رہے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح مکہ اور مدینہ پر قابض ہو جائیں۔ جس طرح قہر نے کتاب میں چڑھا کہ مشہور صلیبی برٹنل ریگی ٹانڈ کا یہ منصوبہ تھا کہ وہ حرمین مکہ المکرمہ مدینہ منورہ پر قبضہ کر کے اس کو برباد کر دے لیکن صلاح الدین ایوبی نے اس کو اس جرم کی پاداش میں گرفتار کر کے اس کی گردن اٹا دی۔ اسی طرح آج یہودیوں کے پھر دہی عزائم مکمل کر جانے کو رہے ہیں۔ اس نقشہ میں یہودیوں نے بتایا ہے کہ وہ عرب کے مکین کن علاقوں پر قبضہ کر کے ان کو اپنی یہودی سلطنت میں شامل کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں مدینہ منورہ کو بھی مجوزہ یہودی ریاست میں دکھایا گیا ہے۔ یہ مسلمانوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہے۔

تین دنیار کو ایک ایک عیسائی قیدی فروخت ہوا۔ اور ایک سپاہی نے جس کے پاس جو تانہ تھا، اپنے حصہ کے ایک عیسائی قیدی کو ایک کفش دوڑ (سوچی) کے ہاتھ جوتے کے بدلے میں فروخت کیا۔ بل غنیمت کی تقسیم سے ہر ایک غریب سپاہی بھی مالدار ہو گیا۔

فرض اس قسم کے حالات ہیں جو بیان کیے گئے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ طہیّین کی شکست نے عیسائیوں کی طاقت کو جڑ سے اکھڑ دیا تھا اور اس سے زیادہ اتھری اور تہمتی کیا ہو سکتی ہے کہ عیسائیوں کی صلیب، عیسائیوں کا بادشاہ، ہر ایک عیسائی امیر اور نامور شخص مسلمانوں کے ہاتھ میں قید ہو گیا تھا۔ امراء اور نامور والیان ملک عیسائیوں میں سے صرف ایک شخص سے منہ صاحب طرابلس، جو فوج کے پچھلے حصہ پر متعین تھا، میدان جنگ سے چل کر بھاگ چکا، مگر موت نے وہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا اور طرابلس میں پہنچ کر دل شکنی سے یا ذات الجنب کے مرض سے مر گیا۔

سلطان کے خیمہ میں سلطان سلاطین الدین ایوبی رضی اللہ عنہ کا خیمہ نصب کیا گیا، وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں پر شاکر، قابل رشک حالت میں خیمہ میں بیٹھا: دو تھل لوگ ان قیدیوں کو اور ان کے رسوائے زمانہ بڑے بڑے عمدے دابروں کو، جن کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئے تھے، باری باری سلطان کے سامنے لا رہے تھے۔ اس فاتح سلطان نے صلیبیوں کے بادشاہ شاہ مرد خلم گلی اور "البرنس ارنلٹ" (دسجی بالڈ) کو اپنے خیمہ میں طلب کیا، بادشاہ کو ایک طرف بٹھا دیا گیا، اس کی حالت یہ تھی کہ شدت پیاس سے جلا جلا رہا تھا، بس سراپی چاہتا تھا، اسے تھوڑا سا ٹھنڈا عرق گلاب پیش کیا، جسے اس نے پیا، اور پھر "برنس ارنلٹ" کو بھی پلایا۔ صلاح الدین نے ترشہاں سے کہا کہ اسے تھلا دو کہ "تو نے تو پانی پی لیا ہے جب کہ میں نے ابھی تک منہ سے بھی نہیں لگایا۔ کیونکہ یہ مسلمان جرنیلوں کی شہریت سے عادت چلی آ رہی ہے کہ جب ان کے قیدی گرفتار کرنے والوں کے سامنے کچھ کھا پی لیتے ہیں تو انہیں دلی سکون مل جاتا ہے۔

وقت حساب آن پہنچا | جی ہاں، حساب کی گھڑی آن پہنچی تھی، لیکن کس کا حساب؟

اس ارناط (ریجی نالڈ) کا حساب جو مسلمانوں کو اذیتیں اور تکالیف پہنچانے (ان کو بری طرح تڑپا کر مارنے) اور ان کی بد فہمی و دشمنی میں تمام صلیبی اسرائیل میں سے پیش پیش رہتا تھا۔۔۔ جو مسلمانوں سے فراز کرنے، دھوکہ دینے اور دھڑے توڑنے میں بہت حکمران آدمی تھا۔۔۔

صلاح الدین اور ارناط (ریجی نالڈ) کے مابین ایک معاہدہ طے پایا تھا۔۔۔ جس کے مطابق حانیوں اور تاجروں کے قافلے صحراء اردن سے ارناط کے قلعے "کرک" کے قریب سے بڑے اطمینان سے بلا خوف و خطر گزرتے رہے۔۔۔ مصر اور شام کے درمیان بھی ایک راستہ برائے آمد و رفت بن چکا تھا۔ یہ دونوں شہر اس ترقی پذیر بیدار اسلامی ہلاک کے دو اہم بازو تھے جسے نور الدین نے منظم کیا تھا۔ جس کا بعد میں صلاح الدین وارث بنا تھا، جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔۔۔

ایک بار ایسے ہوا کہ ایک بہت بڑا قافلہ عہد سے عہد ساز و سامان لیے مصر سے بجانب شام رواں دواں تھا۔ ان نفیس، عمدہ ترین اور بیش بہا گرامیہ اشیاء پر نظر پڑتے ہی ارناط کی رال بکنے لگی۔ اس نے تمام وعدوں کو پس پشت ڈال کر "قول و قرار کو توڑ کر" قافلے کو لوٹا اور سب اہل قافلہ کو گرفتار کر کے قیدی بنالیا۔ اور پھر ان سے یوں کہنے لگا: (قُولُوا لِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ) "کہ اپنے نبی محمد ﷺ سے کہو کہ وہ یہاں آئے اور تمہیں چھڑا کر لے جائے۔"

۷۷۵ھ بمطابق ۱۳۸۱ھ کو موسم گرما میں ارناط اپنی فوجوں کو لے کر قلعہ "بلاد عرب" میں آگے بڑھتے بڑھتے شہاء کے علاقے تک آئے پانچواں "المدینہ المنورہ" پھر "مکہ المکرمہ" تک چڑھائی کرنے کی اس کی نیت بن چکی تھی۔۔۔ اس کے لیے وہ پہلے ہی رہا تھا کہ "فروغ شاہ" صلاح الدین کے پیچھے نہ، وہ دمشق پر اس کی طرف سے قائم مقام تھا، اردن پر حملے کرنے میں پھرتی سے کام لیا، جس کی وجہ سے ارناط اپنے "تحت سلطنت" کرک کو بچانے کے لیے واپس پلٹنے پر مجبور ہو گیا۔

اس کے انہی حکم و جور پر مبنی افعال اور وعدوں کو توڑ کر کرنے والی حرکتوں کی وجہ

سے صلاح الدین نے قسم اٹھا رکھی تھی اگر اللہ تعالیٰ نے اسے "ارتباط" پر کامیابی عطا فرمائی تو وہ اسے اپنے ہاتھ سے جہنم داخل کرے گا۔۔۔۔۔

صلیبی گستاخ رسول کا کرناک انجام | اب جب کہ حساب کا وقت آن پہنچا تھا اللہ تعالیٰ "ارتباط" کو جنگی قیدی کی صورت میں

سلطان کے پاس لا چکا تھا۔۔۔۔۔ تو سلطان صلاح الدین اسے اس کی ایک ایک حرکت اور کروت یاد دلانے لگا۔۔۔ اسے کہنے لگا: "تو کتنی بار قسمیں اٹھاتا رہا اور کتنی ہی بار انہیں توڑتا رہا۔۔۔ میں نے بھی تمہارے متعلق دو مرتبہ قسم کھائی تھی۔ ایک مرتبہ اس وقت جب تو نے مکہ اور مدینہ کے مقدس شہروں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ دوسری مرتبہ اس وقت جب تو نے دھوکے سے حانیوں کے قافلے پر حملہ کیا تھا اور کیا تو نے یہ کہو اس نہ کی تھی کہ "اپنے نبی محمد (ﷺ) سے کہو کہ تمہیں چھڑا کر لے جائے" ہاں! اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ میں محمد (ﷺ) کے لیے بدلہ لے رہا ہوں۔

اس کے بعد اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی اس نے ٹھکرا دیا پھر اس وقت سلطان ناصر صلاح الدین نے ایک کھوار نما خنجر کو درمیان سے پکڑ کر اسے مارا۔ پھر اس (سلطان) کے کسی ساتھی نے اس مامون کا کام تمام کر دیا پھر اسے گھسیٹا گیا۔۔۔ مشہور و معروف قیدیوں کو دمشق کی طرف چلایا گیا اور ایک قلعے میں انہیں بند کر دیا گیا۔ ابن شداد کے بقول۔ مسلمانوں نے وہ رات انتہائی زیادہ مسرت و فرحت اور کھل دہرے کی خوشیوں میں بسر کی۔ اللہ رب العزت سبح و قدس کی تعریفوں اور شکرانے کے جملوں سے فضا گونج رہی تھی۔ اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کی حمد اذان میں اتوار کی صبح طلوع ہوئی۔

صلیبیوں پر صلاح الدین کی سرانیاں | آخر ربیع الآخر ۵۸۳ھ ہجری کے چار شنبہ کے روز سلطان نے "عکا" کی طرف کوچ کیا۔

یہ مشہور بندر تھا جو تاجروں اور سوداگروں سے بھری چھوٹی تھی اور جس نے بتول مزارخ پلاؤ کے "پچھلے زمانہ میں مغرب کی نہایت طاقتور فوجوں کے حملوں کا تین برس تک مقابلہ کیا تھا" دو روز بھی سلطان کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکی۔ سلطان نے اہل شر کو امان اور

آزادی دی کہ اپنے سب سے قیمتی اسباب جو لے جائیں گے وہاں سے چلے جائیں۔
 جمعہ کے روز سلطان شہر میں داخل ہوا اور قاضی فاضل بھی اس موقع پر مصر سے آگئے
 اور سب سے پہلے نماز جمعہ ساحل کے علاقہ ”عکا“ میں پڑھی گئی۔ اس کے بعد نابلس،
 حیفا، قیساریہ، صفوریہ، ناصره کیے بعد دیگرے بہت جلد بغیر کسی مزاحمت کے فتح کر لیے
 گئے اور اسی سلسلہ فتوحات میں تمام ساحل کو چند ہی ماہ میں سلطانی افواج نے مسخر کر لیا۔
 ایک مؤرخ نے ان میں سے بعض مشہور مقامات کے نام یہ ترتیب ذیل کیجا لکھ
 دیئے ہیں:

طبریه، عکا، زيب، عسقلان، اسکندرون، حسیں، ناصره، عور، صفوریہ، فوله، جنیں،
 ارعین، دیوریه، عسقلان، بیان، مبسبہ، نابلس، لجون، ارعنا، سنبل، بیرو، یافا، ارسوف،
 قیساریہ، حیفا، صرند، صیدا، بیروت، قلعه، ابی الحسن، جمیل، نجدل، باب، داروم،
 عزة، عسقلان، تل صافیه، تل احمر، اطرون، بیت جریل، جبل الخلیل، بیت اللحم، لاپ،
 رلیہ، قرینا، القدس، صوبا، ہرمز صلح، عسقلان، شعیف۔

ان مقامات میں سے اکثر تو سلطان نے امن اور مصالحت کے ساتھ لے لیے۔ ان
 کے باشندوں کو اپنا مال و اسباب لے کر امن سے چلے جانے کی اجازت دی۔ مصالح ملکی
 کے لحاظ سے سلطان اپنی نرمی اور ملاحظت کے سلوک میں غلطی کر رہا تھا کہ وہ متفرق
 باشندوں اور ان کی پریشان طاقتوں کو یکجا جمع ہو جانے اور اس جمعیت سے ایک مضبوط
 طاقت پیدا کر لینے کا موقع دے رہا تھا۔ اس خطرناک غلطی کا اس کو آخر خمیازہ اٹھانا پڑا مگر
 کوئی اس قسم کا خیال اس کو اس وقت احسان اور مروت کرنے سے باز نہ رکھ سکا وہ تمام
 عیسائیوں کو امن و امان دینے اور صلح کے ساتھ اطاعت کرانے کے لیے تیار رہا۔ بعض
 مقامات کے لوگ اس سے مقابلہ کرنے پر تیار ہوئے مگر ان کو بھی امان دینے کے لیے
 جب وہ امان مانگیں وہ ہر وقت آمادہ و تیار تھا۔ مثلاً عسقلان کے لوگوں نے جو ایک نہایت
 مضبوط اور ساتھ ہی نہایت مفید مقام تھا، کیونکہ مصر کے ساتھ براہ راست آمد و رفت کے
 تعلقات قائم کرنے کا ایک محفوظ اور کار آمد ذریعہ تھا، مقابلہ کیا اور جب سلطانی فوج نے

قائد کو توڑ کر شگاف کر ڈالا اور سلطان نے باشندوں کو اس وقت بھی امن قبول کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے انکار کیا اور مقابلہ کے ارادہ کو نہ چھوڑا۔ لیکن گوئی بادشاہ بروہم نے جو سلطان کی قید میں سلطان کے ہمراہ تھا، اہل مسلمان کو سمجھایا کہ تم اپنے بچاؤ کی بے فائدہ کوشش میں اپنے اہل و عیال کی جانوں کو خطرہ میں نہ ڈالو۔ اس پر انہوں نے سلطان کے پاس آکر صلح اور امن کی درخواست کی اور سلطان نے بقول چاؤ: ”ان کی شجاعت کی داد دینے میں جو شرائط انہوں نے پیش کیں منظور کر لیں اور اپنے بادشاہ کی نسبت ان کی محبت کے خیالات سے متاثر ہو کر بادشاہ کو ایک سال کے اختتام پر آزاد کر دینے کے لیے رضامند ہو گیا۔“

دس ہزار مسلمان قیدیوں کی صلیبیوں کے ظلم سے رہائی

مسلمان قیدیوں کے آزاد کرنے کا موقع ملا۔ ایک شر کے فتح کرنے کے بعد دو کام سب سے پہلے سلطان کرنا تھا وہ قیدیوں کی زنجیریں توڑنا اور ان کو آزاد کرنا اور کچھ مال و متاع دے کر رخصت کر دینا ہوتا تھا۔ اس سال میں سلطان نے دس (۱۰) ہزار سے زیادہ مسلمان قیدی آزاد کیے جو مختلف مقامات میں عیسائیوں کی قید میں تھے۔

ساحل کے تمام ملک کے فتح ہو جانے پر صرف صور اور بیت المقدس عیسائیوں کے ہاتھ میں اور قابل فتح رہ گئے تھے اور یہ سب کچھ بیت المقدس کے واسطے تھا جو کیا گیا تھا۔ یہ نور الدین مردم کی عمر بھر کی آرزو تھی جس کے پورا نہ ہونے پر سلطان نے اس کو اپنی زندگی کا مقصد اور تمنا قرار دیا تھا اور اسی ایک بڑے مدعا کو پیش نظر رکھ کر اپنے تمام کاموں کی علت نہر یا تھا۔ اسی غرض سے اس نے مسلمان حکومتوں کو منتشر طائفوں اور پریشان اجزاء کو جمع کر کے ایک متحدہ طاقت بنانے کے لیے ایک عرصہ دراز تک لگاتار اور سرتوڑ کوششیں کی تھیں اور یہی دن تھے جن کا انتظار اس نے ایسے صبر اور تحمل کے ساتھ کیا تھا اور جن کے وہ اب اس قدر قریب پہنچ گیا تھا۔

جمادی جزییہ میں آگ لگا دینے والا شعلہ بیان خطاب

فتح مسلمان کے بعد

سلطان نے تمام مسلمان لشکروں کو جو اطراف و جوانب میں منتشر ہوئے تھے، بیت المقدس کی طرف کوچ کرنے کے لیے جمع کیا اور علماء اور فضلاء اور ہر فن اور علم کے اہل کمال کو جو اس عرصہ میں سلطان کی ناسیانی کی خبریں سن کر مختلف ممالک و دیار سے اس کے پاس جمع ہو گئے تھے، ساتھ لیا اور اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت کی دعائیں مانگتے ہوئے اس مقدس عسکر کی طرف راہی ہوئے۔ بیت المقدس کے قریب پہنچنے پر جب عیسائیوں کی فوج کے ایک دستہ سے مسلمان لشکر کی ایک بڑھی ہوئی جماعت سے ٹکرا بھڑکا، تو سلطان نے تمام ارکان دولت، اہل شجاعت، شاہزادگان والا مرتبہ، برادران عالی ہمت اور تمام امراء اور مصائبین اور اہل لشکر کا ایک دربار مرتب کیا اور ان سب سے صلاح و مشورہ لیا اور خاتمہ پر ان سب کو خطاب کر کے ایک پراثر تقریر کی اور کہا کہ:

”اگر اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہم نے دشمنوں کو بیت المقدس سے نکل دیا تو ہم کیسے سعادت مند ہوں گے اور جب وہ ہمیں توفیق بخشے گا تو ہم کتنی بڑی بھاری نعمت کے مالک ہو جائیں گے۔ بیت المقدس ۹۱ برس سے کفار کے قبضہ میں ہے اور اس تمام عرصہ میں اس مقدس مقام پر کفر اور شرک ہوتا رہا ہے اور ایک دن بلکہ ایک لمحہ بھی اللہ واحد کی عبادت نہیں ہوئی۔ اتنی مدت تک مسلمان بادشاہوں کی ہمتیں اس کی فتح سے قاصر رہی ہیں اور اتنا زمانہ اس پر فرنگیوں کے قبضہ کا گزر گیا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ نے اس فتح کی فضیلت اہل ایوب کے واسطے رکھی تھی کہ مسلمانوں کو ان کے ساتھ جمع کرے اور ان کے دلوں کو ہماری فتح سے رضا مند کرے۔ بیت المقدس کی فتح کے لیے ہمیں دل اور جان سے کوشش کرنی چاہیئے اور بے حد سعی اور سرگرمی دکھانی چاہیئے۔ بیت المقدس اور مسجد اقصیٰ جس کی بنا تقویٰ پر ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کا مقام اور پرہیزگاروں اور نیکوکاروں کا معبد اور آسمان کے فرشتوں کی زیارت گاہ ہے۔ غنیمت کی بات ہے کہ وہاں کفار کا قبضہ ہے۔ کافروں نے اس کو اپنا تیرتھ بنا رکھا ہے۔ افسوس! افسوس! اللہ کے پیارے بندے جو حق و

جوق اس کی زیارت کو آتے ہیں۔ اس میں وہ بزرگ پتھر ہے جس پر جناب رسول اللہ ﷺ کے معراج پر جانے کا منہاج بطور یاد نگار بنا ہوا ہے۔ جس پر ایک بلند قبہ کعبہ کی مانند تیار کیا ہوا ہے، جہاں سے بجلی کی تیزی کے ساتھ براق برق و قنار پر سید المرسلین ﷺ سوار ہو کر آسمان پر تشریف لے گئے اور اس رات نے سراج الاولیاء ﷺ سے وہ روشنی حاصل کی جس سے تمام جہاں منور ہو گئیں۔ اس میں سیدنا سلیمان علی نبینا علیہ السلام کا تخت اور سیدنا داؤد علیہ السلام کی محراب ہے۔ اس میں چشمہ سلوان ہے جس کے دیکھنے والے کو حوض کوثر یاد آ جاتا ہے۔ یہ بیت المقدس مسلمانوں کا پٹلا قبلہ ہے۔ اور دو مبارک گمروں میں سے دوسرا اور دو حرمین شریفین سے تیسرا ہے۔ وہ ان تین مسجدوں میں سے ایک مسجد ہے جس کے بارے میں رسول پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”ان کی طرف سفر کیا جائے اور لوگ اراد تمندی سے وہاں جائیں۔“ کچھ عجیب نہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ پاک مقام مسلمانوں کے ہاتھ میں دے دے کہ اس کا ذکر اس نے کلام پاک میں اشرف الانبیاء کے ساتھ منصل بیان فرمایا ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَنْزَلَ بِیْکُمْ لَیْلًا مِنَ النَّجْمِ جَدِّ الْخَزَاوِ اِلَی النَّجْمِ جَدِّ الْاَقْطَیْ﴾ اس کے فضائل اور مناقب بے شمار ہیں۔ اسی سے رسول خاتم الانبیاء ﷺ کو معراج ہوئی۔ اس کی زمین پاک اور مقدس کہلائی۔ کس قدر پیغمبروں نے یہاں عمریں گزاریں۔ اولیاء اور شہداء اور علماء اور فضلاء اور صلحاء کا تو کچھ ذکر ہی نہیں۔ یہ برکتوں کی سرچشمہ اور خوشیوں کی پرورش گاہ ہے۔ یہ وہ مبارک صخرہ شریفہ اور قدیم قبلہ ہے جس میں خاتم الانبیاء ﷺ تشریف لائے اور آسمانی برکتوں کا نزول متواتر اس مقام پر ہوا۔ اس کے پاس رسول مقبول ﷺ نے تمام پیغمبروں کی امامت کی جناب روح الامین ہمراہ تھے، جب نبی ﷺ نے یہیں سے اعلیٰ علیین کو صعود فرمایا۔ اسی میں سیدہ مریم علیہا السلام کی وہ محراب ہے جس کے حق میں ہے۔ ”وَرَدَّکَکَ عَلَیْہِمْ فَرَمَاتَا ہِیَ: کَلَّمْنَا وَدَخَلْنَا عَلَیْہَا زَکَرِیَّا“

الصَّخْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا۔ اللہ کے نیک بندے اس میں تمام دن عبادت کرتے اور راتوں کو بیدار رہتے ہیں۔ یہ وہی مسجد ہے جس کی بناء سیدنا داؤد علیہ السلام نے ڈالی اور سیدنا سلیمان علیہ السلام اس کی حفاظت کی وصیت کر گئے۔ اس سے بڑھ کر اس کی بزرگی کی دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ پروردگار عالمین نے اس کی تعریف کو ﴿سُبْحَانَ الَّذِي﴾ سے شروع کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کمال سعی سے اس کو فتح کیا تھا کیونکہ اس کی تعریف میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک بزرگ سورہ کو شروع کیا اور قرآن کا نصف بھی وہیں سے شروع ہوتا ہے۔ پس یہ مقام کیا ہے بزرگ اور عالی شان ہے اور یہ مسجد کیسی عالی قدر اور اکرم ہے جس کا وصف بیان نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے علو شان کو اس طرح بیان فرماتا ہے: ﴿الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ﴾ یعنی یہ وہ مقام ہے جس کے ارد گرد کو ہم نے برکت بخشی اور اپنی کمال قدرت کی نایات اپنے نبی ﷺ کو اس مقام پر دکھائیں۔ اسی مقام کے فضائل ہم نے نبی ﷺ سے سنے ہیں جو بذریعہ روایت ہم تک پہنچے ہیں۔“

غرض سلطان نے ایک ایسی مؤثر اور دلکش تقریر کی کہ سامعین خوش ہو گئے اور خاتمہ تقریر پر سلطان نے اللہ تعالیٰ کی قسم اٹھائی کہ جب تک بیت المقدس پر اسلام کے جھنڈے نصب نہ کروں اور رسول مقبول ﷺ کے قدم کی پیروی نہ کروں اور صحفرہ مبارک پر قابض نہ ہو جاؤں اپنی کوشش کے پاؤں کو نہ ہٹاؤں گا اور اس قسم کے پورا کرنے تک لڑوں گا۔“

مسلمان اور عیسائی مؤرخ اس امر میں متفق ہیں کہ یروشلم میں اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ تنفس موجود تھے جن میں بقول ایک مسلمان مؤرخ ”۶۰ ہزار عیسائی جنگ کرنے کے لائق تھے“ شکست حطین کے بعد کوئی عیسائی امیر یا سردار سوائے بطریق یروشلم کے وہاں نہ رہا تھا۔ بالیان ایک عیسائی سردار بھی حطین کی شکست سے بھاگ کر صور میں جا کر پناہ گزین ہوا تھا۔ وہاں سے (بتول مؤرخ آرچر) اس نے سلطان سے

اجازت مانگی کہ اس کو اپنی بیوی اور بچے یردِ ظلم میں پہنچا دینے کے لیے وہاں ایک دن کے لیے جانے دیا جائے اور پختہ اقرار کیا کہ اگر اجازت دے دی گئی تو ایک شب سے زیادہ وہاں نہ ٹھہرے گا۔" سلطان نے ازراہ اخلاق و مروت اس کو اجازت منظور دے دی، لیکن جب یردِ ظلم میں پہنچ گیا تو لوگوں نے اسے وہیں رہ جانے کی ترغیب دی اور بطریق ہرنگی اس نے بھی فتویٰ دے دیا کہ اس اقرار کا پورا کرنا بمقابلہ اس کو توڑنے کے بڑا گناہ ہو گا۔ چنانچہ وہ بد عہدی کر کے وہاں رہنے کو رضامند ہو گیا اور اس طرح ایک عیسائی سردار یردِ ظلم میں موجود ہو گیا۔ بطریق اور دوسرے سرگرم عیسائیوں نے موجود عیسائیوں کے درمیان جوش اور سرگرمی پیدا کرنے کی ہر ایک تدبیر کی۔ ان کے درمیان نہایت پر جوش تقریریں کیں۔ ان کی است اور دلیری کو بڑھایا اور شہر کی حفاظت کرنے پر آمادہ کیا۔

فتح بیت المقدس

طین میں کامیاب و کامران ہونے کے بعد ”القدس“ کی جانب راستہ بالکل واضح ہو چکا تھا اب یہ بات ممکن تھی کہ صلاح الدین اس کا قصد کرنا اور قعرے کو شش کر کے اس کو اپنے قبضے میں لے لیتا۔ لیکن اس نے عسکری نقطہ نگاہ سے اس کو دیکھا اور یہی بات اس کی اعلیٰ شخصیت اور شہن عہدیت کو نمایاں کر رہی ہے۔ اس نے یہ سوچا کہ ”القدس“ تو کئی شہروں کے درمیان واقع ہے اور ساحل سمندر پر صلیبیوں کے کئی مراکز قائم ہو چکے ہیں، جہاں سے وہ بیرونی دنیا کے ساتھ تعلقات بڑی آسانی سے قائم کر سکتے ہیں۔ خصوصاً عیسائیوں کے وہ ممالک جو ارض فلسطین میں ”صلیبی ناپاک و دود“ کو لاکھڑا کرنے میں چشموں کی حیثیت رکھتے تھے، اسی لیے اس نے پہلے ساحلی صلیبی مراکز سے خلاص پانے اور دوسرے اندرونی صلیبی قلعوں اور بناد گاہوں پر قبضہ کرنے کا پختہ پروگرام بنایا۔ اس کے بعد وہ ”القدس“ کی طرف پیش قدمی کر کے اسے فتح کر لے گا۔ جب کہ اس ”صلیبی ناپاک و دود“ کی زندگی کی شریانوں کو وہ پہلے ہی کاٹ چکا ہو گا، اس کے علاوہ ”عکا“ اور دوسرے ساحلی صلیبی قلعوں پر قبضہ کرنا بھی مصر اور شام کے مابین راستہ بھی بنادے گا، جو اس کے ملک کے دونوں بازو شمار ہوتے تھے۔

اس نے اپنے پروگرام کی تکمیل کے لیے عسکری اعتبار سے ہر طرح کی تیاری کی، مجاہدین کو اپنے ہمراہ لیا اور اپنے ذہنی کھینچے ہوئے خطوط کو زمین پر کھینچنے کے لیے چل پڑا، طین کی کامیابی کے بعد صرف چند ماہ ہی گزرنے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مندرجہ ذیل شہروں اور قلعوں پر فتح نصیب فرمادی۔



تصویر میں نظر آنے والی یہ وہ ظلم کی بلند دیوار ہے جس کے پیچھے مورچے زن ہو کر صلیبوں نے ہر طرح کے اسلحہ سے لیس ہو کر سلطان صلاح الدین ایوبی کا راستہ روک کر کسی طرح وہ بیت المقدس کو اپنے گمراہ بیچوں میں دوڑ چکے تھے۔ لیکن سلطان اور اللہ کے فدا کیاں کتاب و سنت نے ایسے فدا کیاں منے کیے کہ جہاں ٹکڑے کرتے ہوئے وہ اس فسیل کو پار کر کے صلیبوں کے درمیان پہنچ گئے اور پھر شجاعت و شہادت کی داستانیں رقم کرنے کے بعد شہر کا دروازہ کھول دیا۔ یوں باقی خانہ دہان صاف منکھن بھگیر کے نعرے بلند کرتے ہوئے اور شمشیریں جلاتے ہوئے شہر میں داخل ہو گئے۔ (تفصیلی کتاب میں پڑھ سکتے ہیں)

’ہکا‘ قیساریہ، ’حیفا‘ صفوریہ، ’معلیا‘ شتیت، ’انقولا‘ الطور، ’بسطیہ‘ پاپلس، ’مجدلیانہ‘ یافا، ’تبشین‘ صیدا، ’جلیل‘ بیروت، ’حرفند‘ عسقلان، ’الرمالہ‘ الداروم (دیرالجن) غزہ، ’سبئین‘ بیت لحم، ’بیت جبریل اور ان کے علاوہ ہر وہ چیز جو ان صلیبی بری فورسز کے پاس تھی۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ یہ سب عظیم کامیابیاں اور بڑی بڑی فتوحات معرکہ خٹین کے بعد ۵۵۸۳ء میں صرف چند مہینوں کے دوران ہی پوری ہو گئی تھیں۔ اس طرح ”بیت المقدس“ کو فتح کرنے کے لیے فضاء مکمل طور پر سازگار تھی، کاسم کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنے کے لیے سلطان نے مصر سے اسامی، بحری بیڑے بھی منگوا لیے، جو کاسم الدین لواتوالخابیب (چنگیز اور آبرو والا) کی زیر قیادت پہنچے۔ جو اپنی جرأت و بہادری اور عظیم خطرناک کاموں میں بلا خوف و خطر کود جانے میں مشہور زمانہ تھا، اور صائب المشورہ بھی تھا۔ اس نے ”بحر متوسط“ میں چکر لگانے شروع کر دیے، خصوصاً اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ کہیں (یورپ کے) افریقی ساحل فلسطین تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہونے پائیں۔۔۔

۵۵۸۳ء / ۱۵ رجب المرجب کو بروز اتوار ”القدس“ کے قریب آنا اتر، اب اس نے بیت المقدس میں محصور عیسائیوں سے کہا کہ ”بغیر خونریزی اور کشت و خون کہ جس کو وہ ایسے مقدس مقام میں پسند نہیں کرتا تھا، اطاعت قبول کر لیں۔“ لیکن جب انہوں نے اس کے جواب میں تکبرانہ انکار پیش کیا تو پھر سلطان حملہ کر کے اور انقب لگا کر اس کو فتح کرنے کی تدابیر کرنے لگا۔ اس مقصد کے لیے پانچ دن صرف اسی کام میں گزر گئے۔ وہ بذات خود شہر کی دیواروں کے ارد گرد چکر لگاتا رہا تاکہ اس کا کوئی کمزور پہلو تلاش کر کے وہاں سے حملہ آور ہو سکے۔ بالآخر فیصلہ یہ ہوا کہ شمالی جہت سے حملہ کر ہی دے۔ چنانچہ ۲۰ رجب کو اس نے اپنے لشکر کو اس جانب منتقل کر دیا، اسی رات منہجیقہیں نصب کروانی شروع کر دیں، صبح ہونے سے قبل منہجیقہیں لگ چکی تھیں بلکہ اپنا کام کرنے کے لیے بھی مکمل طور پر تیار تھیں، ’لو! اب انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔‘

دوسری طرف فرنگیوں نے فصیل کے اوپر اپنی بجائیق کو نصب کر لیا، دونوں طرف

سے پتہ راہ شروع ہو گیا تھا۔ فریقین کے مابین سخت ترین لڑائی ہو رہی تھی۔ امام ابن الاثیر کے بقول۔ ایک دیکھنے والے نے دیکھا کہ ہر ایک فریق اس لڑائی کو ”دین“ سمجھ کر لڑ رہا ہے اور بات ہے بھی ایسے ہی کہ دین ہی وہ چیز ہے جو انسان کے اندر کو متحرک کرتی ہے، موت کو اس کا محبوب بنا دیتی ہے، اپنا سب کچھ اس پر لٹا دینا اس کے لیے آسان ترین بنا دیتی ہے، لوگوں کو اس بات کی ذمہ داری بھی ضرورت نہ تھی کہ انہیں لڑنے، مرنے، موت کے دریا میں کودنے پر ابھارا جائے، بلکہ شاید انہیں زبردستی رد کا بھی جائے تو روکے نہ جاسکیں۔

یکبارگی زور دار حملہ | یغراختی بادی و قتالی ایام میں سے، ایک دن امیر عبداللہ بن عیسیٰ بن مالک جو مسلمان قائدین اور متقیین میں سے ایک تھا، شہید ہو گیا، تو اس کے جام شہادت نوش کرتے ہی مسلمانوں کے جوش اور دواولے میں نیا رنگ پیدا ہو گیا، تو انہوں نے یک بارگی ایسا حملہ کیا کہ فرنگیوں کے قدم اکٹڑ گئے، کچھ مسلمان شوق عبور کر کے فیصل تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ دیوار توڑنے والے نقابوں نے شہرینہ کو توڑنا شروع کر دیا، اس دوران، دشمن کو دور رکھنے کے لیے جہانلق با تووقف چھڑا کر رہی تھیں اور تیرانداز مسلسل تیروں کی سو سلام جہاز بارش برسا رہے تھے، تاکہ یہ انقلاب (دیوار توڑنے والے) اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکیں۔

(یعنی یہ ان کے لیے کور فائر تھا)

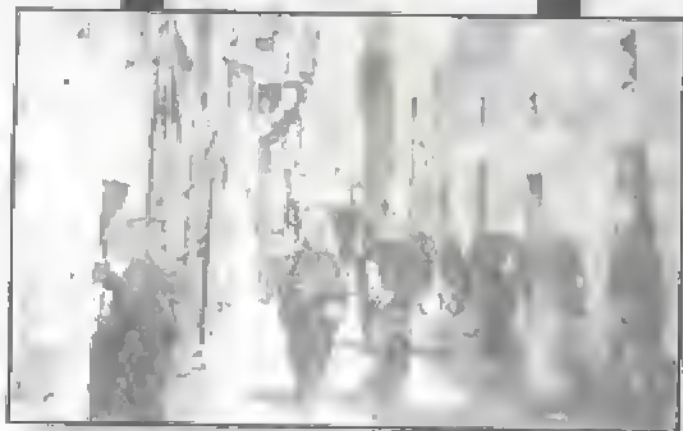
جہن جہشی کی در خواستیں | تو جب ان فرنگیوں کے دفاع کرنے والوں نے، مسلمانوں کے حملے کی شدت، ان کے ارادوں کی صداقت، اور ”القدس“ رسول معظم ﷺ کی شب سمرج کی عارضی قیام گاہ کو چھڑوانے کی خاطر، محبت کو سینے ڈگانے کے جذبات کو دیکھا، تو انہیں اپنی ہلاکت و بربادی کا یقین ہو گیا اور سوائے ایمان طلب کرنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا تو..... وہ مذاکرات کرنے کے لیے مائل ہوئے۔ دنیا میں کافر قوموں سے مذاکرات کا طریقہ بھی یہی ہے کہ جہاد جاری رکھا جائے اور اللہ کے دشمنوں کا کمیز لٹک کیا جائے کہ وہ مذاکرات کی اپیل کریں یہ نہ ہو کہ

مسلمان کمزوری دکھاتے ہوئے خود اکر ات کی دعوت دیں اور وہ بھی مغلوبانہ جسموری انداز میں کہ جس طرح آج کل ہو رہا ہے پہلے مسلمانوں پر ظلم کیا جاتا ہے ان کو ذلیل کیا جاتا ہے اور پھر اکر ات کی سازش کر کے ان کو نام نہاد معاہدوں کے جال میں پھانس کر بے بس کر دیا جاتا ہے۔

اسی طرح مغلوب عیسائیوں کے معززین جمع ہو کر سلطان کے پاس امان طلب کرنے کی غرض سے آئے اور صلاح الدین ایوبی دھڑکے سے اس شرط پر امان کے طلب گار ہوئے کہ ”بیت المقدس“ اس کے حوالے کیے دیجئے ہیں۔ تو آخر کار سلطان نے ان کی طلب کو مان لیا۔ اور ”بیت المقدس“ لے کر انہیں ”امان نامہ“ دینے پر راضی ہو گیا۔

معاہدوں، جان بخشیوں اور جزیہ کی تھیلیاں | سلطان نے اس شرط پر امان دے دی کہ عیسائی باشندوں میں سے تمام مرد

فی کس دس دینار اور عورتیں فی کس ۵ دینار اور بچے فی کس ۲ دینار جزیہ دے سکیں اپنا ضروری اسباب اور جانیں لے کر چلے جائیں اور جو اس فدیہ یعنی ذر معافی کو ادا نہ کر سکیں وہ بطور غلاموں کے مسلمانوں کے قبضہ میں رہیں گے۔ عیسائی اس شرط پر رضامند ہو گئے۔ اور بالیان بن یار زان اور بطریق اعظم اور دادیہ (ٹپلر) اور استباریہ (ہاسٹلر) کے رئیس اس رقم کے ادا کرنے کے ضامن ہوئے۔ بالیان نے ۳۰ ہزار دینار مفلس لوگوں کے واسطے ادا کیے اور اس جزیہ کے ادا کرنے والے تمام لوگ اس کے ساتھ شہر سے نکل گئے۔ ایک بہت بڑی تعداد لوگوں کی بغیر جزیہ ادا کرنے کے ہر ایک ممکن ذریعہ سے یعنی دیواروں سے لٹک کر اور دوسرے طریقوں سے نکل گئی اور باقیوں کی نسبت بھی جو جزیہ ادا نہیں کر سکتے تھے سلطان نے ایسی فیاضی روا رکھی جس کی نظیر دنیا میں بہت کم ملے گی۔ ملک عادل کی درخواست پر اور اپنے بیٹوں اور عزیزوں کی درخواستوں پر بے شمار لوگ جو جزیہ ادا نہیں کر سکتے تھے آزاد کر دیئے۔ پھر بالیان اور بطریق کی درخواست پر بھی ایک بڑی جماعت کو آزادی دی اور سب کے بعد ایک بڑی جماعت اپنے نام پر چھوڑ دی۔ عیسائی ملکہ کو مدح اپنی تمام دولت اور بے شمار مال و اسباب اور زر و جواہر کے اپنے



یہ عظیم کے وہ دو قدیم بازار کہ جنہیں سلطان کے گھر سے دوڑ دوڑ کر صلیبیوں کا شکار کرتے رہے جبکہ صلیبی آگے لگ کر بھاگتے رہے۔ یہ بازار ایک دفعہ پھر اپنے وقار کی بحالی کے لیے اور ویسے ہی دورح پروردہادی مناظر دوبارہ دیکھنے کے لیے ایک مدت سے ترس رہے ہیں۔ غرض جب ایسے مناظر یہ بازار تاریخ کی کتاب میں دوبارہ رقم ہوتے دیکھیں گے۔ رحمۃ اللہ

ملازموں اور متعلقین سمیت اپنے خاوند کے پاس جانے کی اجازت دی اور کسی شخص سے خواہ وہ کتنی ہی دولت اور مال لے کر نکلا سوائے اس جزیہ کی معین رقم کے کچھ زائد طلب یا وصول کرنے کی کسی ایک مسلمان نے پرواہ نہیں کی۔

جب عیسائیوں کے گھوڑے مسلمانوں کے خون میں گھمنوں تک چلتے رہے سلطان کا یہ سلوک جو اس نے عیسائیوں کے ساتھ کیا اسلامی فیاضی اور تحمل اور احسان اور سلوک کی ایک ایسی مثال ہے جس پر خوشخوار اور درندہ خصلت عیسائی دنیا کو اسلام اور مسلمانوں پر خونریزی کے الزام لگانے اور اسلام کو خون ریزی کا مترادف قرار دینے کے بجائے اس کے رویہ شرمندہ ہونا چاہیے۔ یہی شام کی سرزمین اور وہ ایک صدی سے زیادہ عرصہ کے دامتات جو دونوں قوموں کے دنیا نے دیکھے اس امر کا فیصلہ کرنے کے لیے کافی ہیں۔ عیسائیوں نے فتح بیت المقدس کے وقت جس خون ریزی کو روا رکھا اور جو ظلم اور ستم بے گناہ مسلمانوں پر کیا اور جو بے انتہا اور بے حساب خون مردہ عورتوں اور بچوں کا گریا وہ تاریخ کے صفحات سے پوچھ نہیں ڈالا گیا۔ گاؤ فری اور رعمند وغیرہ فاتحین بیت المقدس نے جو خط اس وقت پوپ کو فتح بیت المقدس کی نسبت لکھا تھا اس میں فتح کی خبر لکھنے کے بعد لکھا کہ:

”اگر تم معلوم کرنا چاہتے ہو کہ ہم نے ان دشمنوں کے ساتھ جن کو ہم نے شہر میں پایا کیا کیا؟ تو تم کو بتایا جاتا ہے کہ رواق سلیمان اور گرجا میں ہمارے گھوڑے تک مسلمانوں کے ناپاک خون میں چلتے رہے۔“ (تاریخ مجاز: جلد سوم)

ضمیمہ ص ۱۳۶

صلیبیوں کو بیت المقدس سے نکالنے کے جمادی مناظر | امان نامہ پر دستخط ہو جانے کے بعد تمام جنگ

کرنے والے لوگوں کو جو یروشلیم میں تھے صوریا طرابلس چلے جانے کی اجازت مل گئی۔ فاتح نے باشندوں کو ان کی جانیں بخشیں اور ان کو چند دیناروں پر مشتمل حقیر سی رقم کے بدلے اپنی آزادی خریدنے کی اجازت دے دی۔ تمام عیسائیوں کو باستانائے یونانیوں اور

شامی عیسائیوں کے چار دن تک یروشلیم سے چلے جانے کا حکم دیا گیا۔ (شامی اور یونانی عیسائیوں کے ساتھ قطعاً رعایت کی گئی اور ان کو ہر ایک آزادی دی گئی۔ یہ سلطان کا ایک اور احسان تھا۔) ذرہ مخلصی (جزیرہ) کی شرح دس دینار ہر ایک مرد کے واسطے، پانچ عورت اور دو دینار بچے کے لیے مقرر کیے گئے اور جو اپنی آزادی خرید نہ سکے غلام رہنے کے پابند تھے۔ ان شرائط پر عیسائیوں نے پہلے بہت خوشی منائی لیکن جب وہ طے شدہ دن قریب آ پہنچا جس پر انہوں نے یروشلیم سے رخصت ہونا تھا، بیت المقدس کو چھوڑنے کے سخت رنج اور غم کے سوائے ان کو کچھ نہیں سوچتا تھا۔ انہوں نے مسیح کی قبر کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دیا اور متاسف تھے کہ وہ کیوں اس کی حفاظت کرنے میں نہ سرگئے۔ انہوں نے کالوری اور گرجاؤں کو جن کو وہ پھر کبھی نہیں دیکھنے والے تھے، روتے اور چلاتے ہوئے جا کر دیکھا۔ بازوؤں میں ایک دوسرے کو مگلے لگایا اور اپنے مسلک اختلافات پر آنسو بہائے اور غم کیا۔

آخر کار وہ مسلک دن آ گیا جب عیسائیوں کو یروشلیم چھوڑنا تھا۔ واؤد کے دروازے کے سوائے جس میں سے لوگوں کو باہر گزرنے کا سب دروازے بند کر دیئے گئے۔ صلاح الدین ایک تخت پر بیٹھا ہوا عیسائیوں کو باہر جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ سب سے پہلے بطریق بہ سعیت جماعت پارہاں آیا، جنہوں نے مقدس ظروف (یا تصویریں وغیرہ) مسیح کی مقدس قبر کے گرجا کے زیورات یا اسباب زیبائش اور وہ خزانے اٹھائے ہوئے تھے جن کی نسبت ایک عرب مؤرخ لکھتا ہے کہ ان کی قیمت و مالیت اتنی زیادہ تھی ”اللہ تعالیٰ ہی ان کی قیمت کو جانتا تھا۔“ ان کے بعد یروشلیم کی ملک نوابوں (پیرنس) اور سواروں (نائٹس) کے ہراد آئی۔ ملک کے ہمراہ ایک بہت بڑی تعداد عورتوں کی تھی جو گودیوں میں اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے تھیں اور بہت دردناک چیخیں مار رہی تھیں۔ ان میں سے بہت سی صلاح الدین کے تخت کے قریب گئیں اور اس سے یوں التجا کی:

”اے سلطان تم اپنے پاؤں میں ان جنگ آوروں کی عمریں لڑکیوں اور بچے دیکھتے ہو جن کو تم نے قید میں روک لیا ہے۔۔۔ ہم ہمیشہ کے لیے اپنے ملک کو



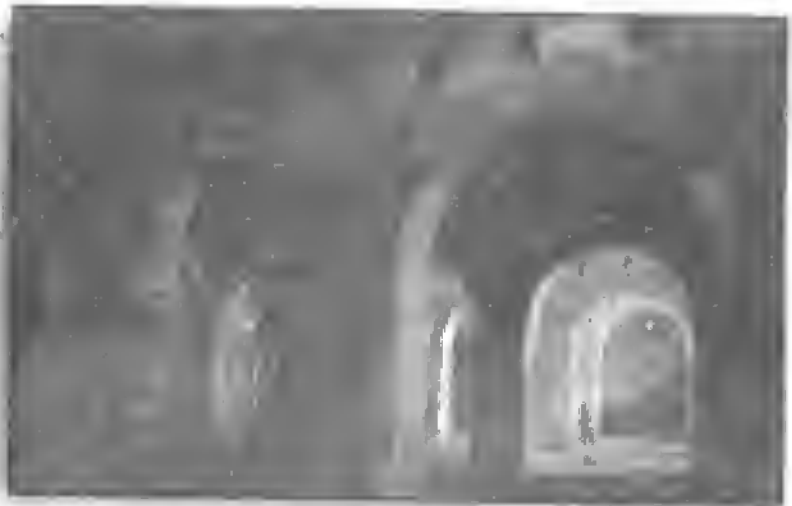
قدیم شہر، عظیم کی قدیم شاہراہیں اور قدیم شہر کی مشرق فیصلی مسجد اعلیٰ اور انعام صاف نظر آ رہا ہے۔ ان شاہراہوں اور شاہراہ گزار اور پرچہ راستوں پر اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے مجاہدین بیت المقدس کی حفاظت اور مسلمانوں سے آزادی کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ آج یہ شاہراہ زبانِ حال سے مسلمانوں کو پیغام دے رہی ہے کہ اب نہ تم عادی اعتبار سے ڈارو، نہ اسلحہ سے لے کر ذرائعِ قتل و حمل تک کی جدید ترین سہولتیں میسر ہیں، اب میرے جیسے خطرناک راستے نہیں رہے کہ تم اپنی تازک مزائی کا بھانڈا، اب تو فضائیں اہوائی بناؤں اور فضائی ٹیکنالوجی کی بنا پر اعداد سے ہاتھ میں ہیں، مگر بھی بیت المقدس پر یودی کاغذیں ہیں۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں اے مسلمانوں..... کچھ تو غیرت، مسلم کا ثبوت دو۔

جس کو انہوں نے بھاری سے بچایا ہے۔۔۔ چھوڑتی ہیں۔۔۔ وہ ہماری زندگیوں کا سہارا تھے۔۔۔ ان کو کچھ دینے میں ہم اپنی آخری امیدیں کھو چکی ہیں (یعنی اگر ہمارے مرد آپ کی قید میں چلے گئے اور ہم سے چھڑ گئے تو ہماری زندگی کی آخری امید اور سہارا بھی ختم ہو جائے گا)۔۔۔ اگر تم ان کو ہمیں دے دو (یعنی آزاد کر دو) تو۔۔۔ ہماری جلا وطنی کی مصیبتیں کم ہو جائیں گی۔۔۔ اور ہم زمین پر بے یار و مددگار نہ ہوں گے۔“

سلطان ان کی درخواست سے متاثر ہوا اور اس قدر دل شکستہ خاندانوں کی مصیبتوں کو دور کر دینے کا وعدہ کیا۔ اس نے بچے ان کی ماؤں کے پاس پہنچا دیے اور خاندان آزاد کر کے ان کی بیویوں کے پاس بھیج دیئے جو کہ ان قیدیوں میں گرفتار تھے جن کی ذرہ بھر (فدیہ یا جزیہ) ادا نہیں کی گئی تھی۔ بہت سے عیسائیوں نے اپنے نہایت قیمتی مال و اسباب چھوڑ دیئے تھے اور بعض کے کندھوں پر ضعیف العمر والدین تھے اور دو سروں نے کنزور یا بیمار دوستوں کو اٹھالیا تھا۔ اس نظارہ کو دیکھ کر صلاح الدین کا دل بھر آیا لہذا اس نے اپنے دشمنوں کے اوصاف کی تعریف کر کے ان کو قیمتی تحائف اور انعامات دیئے۔ اس نے تمام مصیبت زدوں پر رحم کیا اور ہاسٹیلز (فرقہ امتیازیہ کے اونگوں) کو اجازت دی کہ شہر میں رہ کر عیسائی خانیوں کی خبر گیری اور خدمت کریں اور ایسے لوگوں کی مدد کریں جو سخت بیماری کے باعث برد ظلم سے بائیں ہو سکتے ہیں۔

قیدیوں کی رہائی اور رحمدلانہ سلوک | جب مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ شروع کیا اس وقت بیت المقدس میں ایک لاکھ سے زیادہ

عیسائی تھے۔ ان کے بہت بڑے حصے میں خود ہی اپنی آزادی خریدنے کی قابلیت موجود تھی اور بلیٹو جس کے پاس شہر کی حفاظت کے واسطے خزانہ موجود تھا اس نے ہاشموں کے ایک حصہ کی آزادی حاصل کرنے میں صرف کیا۔ ملک عادل سلطان کے بھائی نے ۲ ہزار قیدیوں کا فدیہ (ذرہ بھر یا جزیہ خود اپنے پاس سے) ادا کیا صلاح الدین نے اس کی مثال کی پیروی کی اور غریبوں اور قیہوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو زنجیروں سے آزاد کر دیا۔



یہ مسجد اقصیٰ کا وہ تہ خانہ ہے جو کبھی سلطان کے عبادوں کی تہانہ تھا جس کی انہوں نے ظلم صلیبیوں کو مار مار کر یہاں سے نکال دیا تھا اور پھر اس کی روشنی اور شان و شوکت کو نہ صرف یہ کہ بحال کیا تھا بلکہ دوبالا کر دیا تھا۔ افسوس کہ مخالف حکمرانوں نے بے حس مسلمانوں اور یہودیوں صلیبیوں کی سازشوں کے نتیجے میں مسجد اقصیٰ یہودیوں کے قبضے میں چل گئی ' تو آج وہ اس تہ خانہ میں توڑ پھوڑ کے بہت المیوں کو منہ دہم کرنے کی ٹاپاگ سازشیں کرنے میں مصروف ہیں۔ یہاں بہت ساری تاریخی و معاویہات و دیوار و تاپاب اور پیش ہمارے تہی نوادرات تھے جنہیں یہودیوں نے چاکر خاک کر دیا اور باقی کو چور بازاروں میں بیچ دیا کہ اسلام کے تاریخی شواہد کو ختم کر گئیں لیکن یہودی و مسیحی باور تھیں کہ

سہاگ مٹ نہیں سکتی کبھی جاوت کے اصولوں سے

وہیں قید میں صرف چودہ ہزار کے قریب صلیب کے چھاری رہ گئے جس میں ۴ یا ۵ ہزار کم سن بچے تھے جو اپنی مصائب سے بے خبر تھے لیکن جن کی قسمت پر عیسائی اس امر کے یقین سے اور بھی زیادہ ہلاک تھے کہ یہ جنگ کے بے گناہ مظلوم (معاذ اللہ) محمد ﷺ کی ہمت پرستی میں پرورش پائیں گے۔“

ان حالات کے قلم بند کرنے کے بعد فرانسیسی مؤرخ لکھتا ہے کہ:

”بست سے جدید مؤرخوں یا مصنفوں نے صلاح الدین کے اس فیاضانہ سلوک کو ان فحش و اگلیز واقعات کے ساتھ جو پہلے کروسیڈروں سے یروشلم میں داخل ہونے کے وقت پیدا کیے گئے تھے، مقابلہ کیا ہے، لیکن ہم کو نہیں بھولنا چاہیے کہ عیسائیوں نے شر کو حوالہ کر دینے کی درخواست کی تھی اور مسلمان بھٹوانہ ہٹ کے ساتھ عرصہ دراز تک محصور رہے تھے اور مچھا فزی کے ہمراہیوں نے جو ایک نامعلوم سرزمین میں معاند قوموں کے درمیان میں تھے، بیشمار خطرات برداشت کر کے اور تمام قسم کی مصیبتیں اٹھا کر شر کو بلہ سے فتح کیا تھا۔ لیکن ہماری اتماس یہ ہے کہ اس بات کے کہنے سے ہم عیسائیوں کو حق بجانب نہیں بیان کرنا چاہتے اور نہ ان تعریفوں کو ضعیف کرنا چاہتے ہیں جو صلاح الدین کی تاریخ کے ذمہ ہیں اور جو اس نے ان لوگوں سے بھی حاصل کی ہیں جن کو اس نے فتح کیا تھا۔“ (تاریخ نچول: جلد اول، ص ۳۳۰ تا ۳۳۲)

بادشہ اس ننگدلی کے جو فرانسیسی مؤرخ سلطان کی بجا تعریف میں مضائقہ کرنے سے ظاہر کرتا ہے آخر کار وہ ان کے تسلیم کرنے میں مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک جدید زمانہ کا انگریزی مؤرخ اپنی مختصر تاریخ میں اس سے زیادہ انصاف سے سلطان کے ان احسانات کو تسلیم کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ:

”غریب عیسائیوں کی آزادی خریدنے کی ہر ایک کوشش کرنے اور ہر ایک بازار میں عکس لگانے اور بادشاہ انگلستان کا خزانہ جو اسپتال میں اسی مشترک فنڈ میں داخل کر دینے کے بعد بھی ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی مدد کی جو کوئی فدیہ

(جزیرہ) نہیں ادا کر سکتا جن کی قسمت میں اس صورت میں دائمی غلامی یا موت تھی۔ ان کی درونگ حالت پر رحم کر کے صلاح الدین کا ہمار اور فیاض دل بھائی عادل سلطان کے پاس گیا اور شہر کے فتح کرنے میں اپنی خدمات یاد دلانا کر عرض کی کہ ”اس کے حصہ فیضیت میں ایک ہزار غلام اس کو دے دیا جائے۔“ صلاح الدین نے دریافت کیا: ”وہ کس غرض کے لیے انہیں طلب کرتا ہے؟“ عادل نے جواب دیا: ”ہو سلوک وہ چاہے گا ان کے ساتھ کرے گا۔“ اس پر وہ لوگ اس کے سپرد کر دیئے گئے اور اس نے فوراً ان کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد بطریق نے جا کر ایسی ہی درخواست کی اور سات سو آدمی پائے اور اس کے بعد بالیان کو ۵۰۰ اور ملے۔ تب صلاح الدین نے کہا: ”میرے بھائی نے اپنی خیرات کی ہے۔ بطریق اور بالیان نے اپنی اپنی کی ہے۔ اب میں اپنی بھی کروں گا“ اور اس پر حکم دیا کہ تمام سحر آدمی جو شہر میں تھے آزاد کر دیئے جائیں۔ ”یہ وہ خیرات تھی جو صلاح الدین نے بے تعداد غریب آدمیوں کو چھوڑ دیئے تھے۔“ (تاریخ آذربائیجان، ص ۱۲۸۰)

مؤرخ لین پول لکھتا ہے:

”ہم جب سلطان کے ان احسانات پر غور کرتے ہیں تو وہ وحشیانہ حرکتیں یاد آتی ہیں جو صلیبیوں نے فتح بیت المقدس کے موقع پر کی تھیں۔ جب گاؤ فرے اور تنگیر بیت المقدس کے بازار سے اس حال میں گزر رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کی لاشوں سے بھرا ہوا تھا اور جاں بلب زخمی دہاں تڑپ رہے تھے، جب صلیبی سبے گناہ اور لاچار مسلمانوں کو سخت اذیتیں دے کر قتل کر رہے تھے، زندہ آدمیوں کو جلا رہے تھے اور القدس کی چھت پر پٹا لینے والے مسلمانوں کو تیروں سے چھلنی کر کے نیچے گرا رہے تھے۔۔۔۔۔ بے رحم عیسائیوں کی خوش قسمتی تھی کہ سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں ان پر رحم و کرم ہو رہا تھا۔“



قدیم یروشلم کی مغربی فصیل وسط میں فصیل کے ساتھ دھری بنوم جو کہ کھادوں اور گازیوں کی صفوں آوازی
 کرتی، اس کا مستقر اور قرار گاہ بنی۔ ساتھ ویزیکنی کلیسا اور اس کا سنگ منظر آ رہا ہے۔ یہ مسلمانوں کو یاد کروا رہا
 ہے کہ اب یہاں مسلمانوں کی یادیں اور صلیبوں کے باہم مل کر جھک گیا ہے۔

سلطان صلاح الدین بیت المقدس میں داخل ہوتا ہے | اب رہا ان کا - حائلہ جو "اہل قدس" میں سے

اس کے برخلاف معرکہ آرا رہے تقریباً ۷۷ ہزار کی تعداد میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہو گئے۔ نجات، راحت، مہربانی اور شرافت میں جن کی یادیں ضرب الامثال بن چکی ہیں۔ اس پر کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ یہ تو صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے مسلم جرنیل کی صفات میں صرف ایک "صفت، چشمہ نما" کی حیثیت رکھتی ہے۔

عیسائیوں کے نشانات مٹانے کا حکم ہوتا ہے | صلاح الدین نے القدس کی فتح کے بعد صلیبیوں کے نشانات کو ختم کرنا

شروع کر دیا اور اس میں اسلامی طور و اطوار واپس لانے شروع کیے۔

امام ابن الاثیر کے بقول: یہاں اسلام یوں پلٹ آیا جیسے موسم بہار میں کسی سوکھی شاخ میں تروتازگی پلٹ آتی ہے اور یہ "نشان بلند" یعنی بیت المقدس کی فتح سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بعد سوائے صلاح الدین ایوبی کے کسی کا مقدر نہ بنی۔ اور ان کی عظمت و رفعت اور سر بلندی کے لیے یمن کا رنما ہی کافی ہے۔ مسجد اقصیٰ کی حالت عیسائیوں نے ایسی بگاڑ دی تھی کہ بہت کچھ تبدیلی اور درستی کے بغیر اس میں نماز نہیں پڑھی جا سکتی تھی۔ سب سے پہلے سلطان نے اس کی درستی کا حکم دیا۔

محراب کی رونقیں واپس لوٹتی ہیں | فرقہ دہویہ (مہپلس) کے عیسائیوں نے مسجد کے قدیم محراب کو بالکل چھپا دیا تھا۔ اس کے

مغرب کی طرف ایک جدید عمارت مگر جاپنا کر محراب کو اس کے اندر داخل کر دیا تھا اور محراب دیواروں میں غائب ہو گئی تھی۔ محراب کے نصف حصہ پر دیوار بنا کر ان بد بختوں نے بیت (محلہ بنا دیا تھا) اور نصف کو علیحدہ کر کے وہاں غلہ بھرنے کی جگہ بنائی تھی۔ سلطان کے حکم سے یہ جدید دیواریں اور مغربی طرف کا گرجا وغیرہ گرا دیئے گئے اور محراب کی اصلی صورت نکال کر جس میں اس کی مرمت اور درستی کی ضرورت تھی کر دی گئی۔

صدائے اذان کی گونج اور جمعۃ المبارک کا روح پرور نظارہ | مسجد کو اس کی

اصلی حالت میں لا کر اس کو عرق گلاب سے جو دمشق سے لایا گیا تھا، دھویا گیا اور صاف کر کے نماز پڑھنے کے لیے پاک اور آراستہ کی گئی۔ منبر رکھا گیا اور خراب کے اوپر قدیس الکاکی گئیں۔ قرآن شریف کی تلاوت شروع کی گئی اور وہیں نمازیں پڑھی جانے لگیں اور ٹافوس کی صدا کی بجائے اللہ واحد کی اذانیں کہی جانے لگیں۔ ۳ شعبان کو دوسرے جمعہ کا دن جو نماز جمعہ ادا کرنے کے واسطے پہلا جمعہ تھا، ایک عجیب و غریب شان و شوکت کا دن تھا۔ خطیبوں نے خطبے تیار کیے تھے اور ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ اس کو خطبہ پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ بے شمار لوگ ہر ایک درجہ اور رتبہ کے اور ہر ایک دیار و ملک کے علماء و فضلاء جو سلطان کے ساتھ رہتے تھے اور ہر ایک علم و ہنر کے نامور آدمی بیت المقدس میں پہلی نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ ایک غیر معمولی جوش سب کے چہروں سے عیاں تھا اور دلوں پر رقت طاری تھی۔ اذان کے جانے کے بعد سلطان نے قاضی محی الدین ابی المعالی محمد بن ذکی الدین قریشی کی طرف منبر پڑھنے کے لیے اشارہ کیا۔ خطیب نے منبر پر چڑھ کر اس فصاحت اور بلاغت سے خطبہ پڑھنا شروع کیا کہ لوگ نقش دیوار کی طرح ساکت اور خاموش ہو گئے، سامعین کے دل بل گئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ بیت المقدس کی تقدیس اور مسجد اقصیٰ کی بناء سے شروع کر کے اس کے فتح کے حالات تک واقعات کو کمال خوبصورتی اور اختصار کے ساتھ بیان کیا اور اللہ کریم کی منت اور احسان بیان کر کے بادشاہ بغداد اور سلطان کے لیے دعا کی اور ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ پر ختم کیا۔

پھر مسلمانوں نے شعبان کی چار تاریخ کو آنے والا جمعہ صلاح الدین کی سمیت میں بیت المقدس ہی میں ادا کیا۔ ابن الزکی قاضی دمشق نے یہ پہلا خطبہ جمعہ اس مسجد اقصیٰ میں ارشاد فرمایا، بعد اس کے کہ باغی کے اٹھاسی برسوں سے خطبات اور جمععات اس مسجد سے غائب ہو چکے تھے۔ ان صلیبی غاصبوں نے ذلیل و رسوا ہو کر اسے چھوڑا۔ اور ان شاء اللہ ہر عالم غاصب آثم کا یہی انجام ہو گا جو مسلمانوں کو دکھ دے کر اپنی راتیں گزارتا ہے۔ جب یہ مسلمان صبح سمت پہے گامزن ہوں گے، اور اللہ کے حضور اپنے جہاد اپنے

عزائم اور اپنی نیتوں میں چپے ہو جائیں گے۔

بیت المقدس میں فتح کے بعد شکرانے کے آنسو اور ہچکچاہٹیں خطبہ ختم کرنے کے بعد منبر سے

اتر کر امامت کی اور ارادے نماز کے بعد سلطان کے ایماء سے زین العابدین ابو الحسن علی بن ہماذ غنم کرنے کے لیے کھڑا ہوا اور نہایت خوش الحانی اور طلاقات لسانی سے خوف اور رجا، سعادت و سقاوت، ہلاکت و نجات کے مضامین پر ایسا عمدہ اور مؤثر وعظ کیا کہ سامعین ڈھاریں مار مار کر روئے اور سب پر عجیب سی حالت طاری ہو گئی اور بعد ازاں سب نے سلطان کی دوام نصرت کے واسطے دعائیں مانگیں۔

سلطان نور الدین کا بیٹا یا منبر، محراب بیت المقدس کی زینت بنتا ہے | اس روز جس منبر

پر خطبہ پڑھا گیا تھا وہ ایک معمولی منبر تھا۔ سلطان نور الدین کا منبر اس کے بعد وہاں لا کر رکھا گیا۔ سلطان نور الدین محمود بن زنگی نے اس واقعہ سے تیس برس پہلے شہر بیت المقدس کی اس عظیم الشان مسجد میں رکشے اور بعد فتح اس پر خطبہ پڑھے جانے کے لیے ایک عالی شان منبر جس کو نہایت صنعت اور کاریگری سے بڑے بڑے صناعتوں (کاریگروں) کی عرصہ دراز کی محنت اور صرف ذہد کثیر کے بعد بنوایا تھا اور اس کو اپنے خزانہ میں محفوظ رکھا تھا (کہ جب میں بیت المقدس کو فتح کروں گا تو اسے اس کے محراب کی زینت بنا کر اپنا دل ٹھنڈا کروں گا) مگر سلطان مرحوم کی یہ آرزو فتح بیت المقدس کی پوری نہ ہوئی اور منبر اسی طرح پڑا وہ گیا۔ سلطان صلاح الدین نے اس کو منگوا بھیجا اور مسجد اقصیٰ کے محراب میں رکھ کر بزرگ نور الدین کی اس تمنا کو پورا کیا جو وہ حسرت کی طرح اپنے دل میں لے کر دنیائے فانی سے چل بسا تھا۔ بیت المقدس کی عمارات اور اکٹھے منبر کہ اور دوسرے کوائف میں تبدیل کیا اور درختیاں کی گئیں۔

صلیبیوں کی دلخراش جسامتیں | اسلامی شعائر کو ختم کر کے صلیبی تہذیب اور رنگ کو غالب کرنے کی جسامتوں کی غلاب کشائی کرتے ہوئے



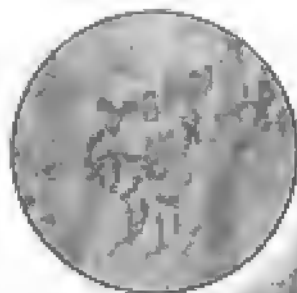
قدیم شہر یرشلیم کی شمالی فصیل کا "دورانہ دشمن" کہ جنوں مجاہدوں تجزیوں اور غاصب مسیحیوں کے درمیان زبردست "حرک ہوا۔ یہاں کتنے ہی سلطان کے مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا اور یوں شہادتوں کی داستانیں رقم کرنے کے بعد وہ فصیل پار کر کے شہر میں داخل ہو گئے اور مسیحیوں کو کانٹے لگے۔ کھٹے کھاتے انہوں نے یہاں سو ہزار اور ہزارہ کھول دیا تو مجاہدوں نے ایک بہت بڑا محرکہ لڑنے کے بعد ہزاروں مسیحیوں کو پکڑ کر نیچے کی دھنوں میں باندھ کر بھاڑ دیا کہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو یہ شمال بنا کر اس کی توہین کرنے والوں کا یہی انجام ہوتا ہے۔

عماد لکھتا ہے کہ: صفحہ مقدسہ پر فرنگیوں نے ایک گر جا تعمیر کر لیا تھا، دو شکل و صورت اس کی مسلمانوں کے وقت میں تھی اس کو بدل ڈالا تھا اور نئی عمارتوں میں اس کو بالکل چھپا دیا تھا۔ اس کے اوپر بڑی بڑی تصویریں لٹکادی تھیں اور صفحہ کو کھود کر اس میں بھی فنکاری وغیرہ کی تصویریں بنائی تھیں۔ نرہن گاہ کو بالکل برباد کر ڈالا تھا۔ اس میں غلیظ اشیاء بھردی تھیں۔ وہاں بھی تصویریں لگائی گئیں تھیں اور پادریوں کے رہنے کے مکان اور انجیلوں کا کتب خانہ بنا ہوا تھا۔ (ان صلیبی جہارتوں کا تذکرہ کر کے) ان سب کو سلطان نے ان کی اصلی شکل میں تبدیل (بہال) کر دیا۔

مقام قدم مسیح ایک جگہ پر جس کو مقام قدم مسیح کہتے ہیں، ایک چھوٹا سا بتہ تعمیر کر کے اس پر سونا چڑھایا ہوا تھا۔ صلیبیوں نے اس کے گرد ستون کھڑے کر کے ان پر ایک بلند گر جا تعمیر کیا تھا، جس کے اندر وہ بتہ چھپ گیا تھا اور کوئی اس کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ سلطان نے اس حجاب کو اٹھوا کر اس پر ایک لوہے کے کاروں کا بیجرہ بنوا دیا۔ اس کے ارد گرد قدیلیں لگائیں جن سے وہ مقام رات کو روشنی سے جگمگا جاتا تھا۔ وہاں حفاظت کے واسطے پہرہ مقرر تھا۔

بت توڑے جاتے ہیں سنگ مرمر کے کثیر التعداد بت جو اس کے اندر سے نکلے تھے توڑا کر پھینک دیئے گئے۔ مسلمانوں کو اس امر کے دیکھنے سے بہت رنج ہوا کہ عیسائی صفحہ شریف سے نکلے کاٹ کاٹ کر قسطنطنیہ کو لے گئے تھے، جن کو وہ وہاں سونے کے برابر فروخت کرتے تھے اور اس کے بت بنواتے تھے۔ سلطان نے صفحہ کی حفاظت کا انتظام کر کے اس پر امام مقرر کر دیا اور بہت سی اراضی اور باغات اور مکانات بہ طور وقف کے اس کے لیے جاگیر مقرر کر دیئے اور قلمی قرآن شریف سونے حروف میں لکھے ہوئے لوگوں کے پڑھنے کے لیے وہاں رکھوا دیئے۔

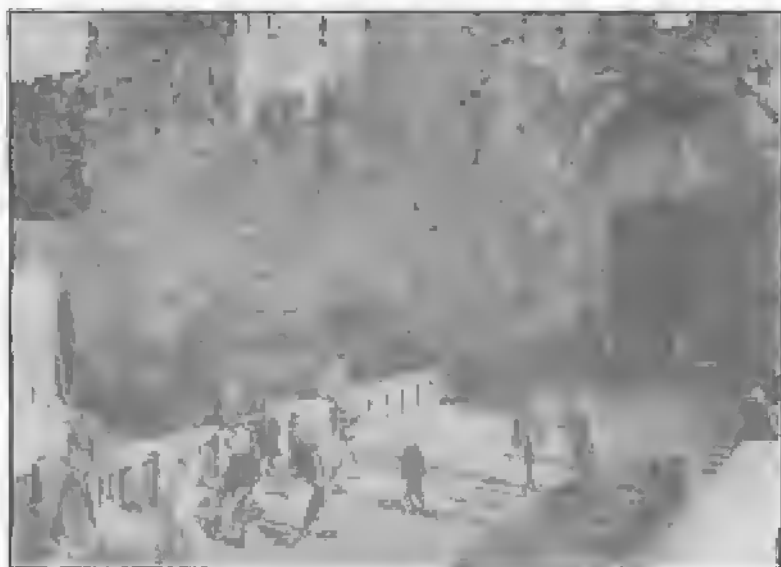
مساجد و مدارس کا قیام عمل میں آتا ہے "محراب داؤد علیہ السلام" مسجد اقصیٰ سے باہر ایک قلعہ میں شہر کے دروازہ کے پاس ایک نہایت رفیع الشان عمارت تھی اور اس قلعہ میں دانی بیت المقدس رہا کرتا تھا۔



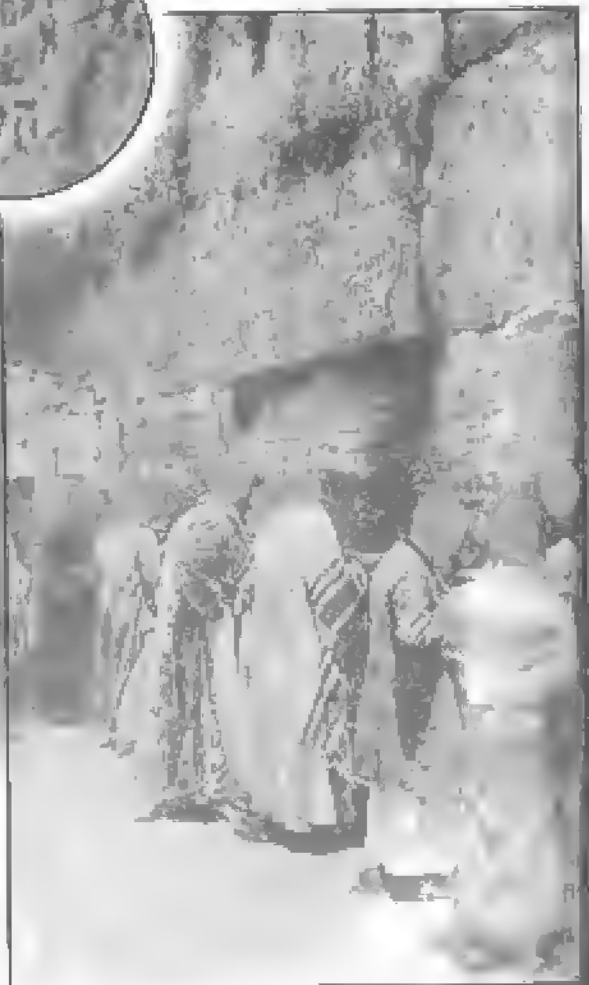
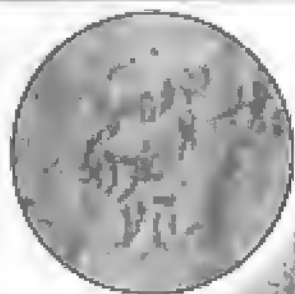
بیت المقدس کے نزدیک یہودیوں کی مقدس و جبرک جگہ دیوارِ مریہ: اس کی دیوار چاکرتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کا عزم اسی جگہ آکر کرتے ہیں۔ لٹینی یہودیوں نے جب ۱۹۶۷ء میں بیت المقدس پر قبضہ کیا تو اسرائیلی فوجی اس دیوار "دیوارِ مریہ" کے پاس جمع ہو گئے اور موسیٰ وایمان کے ساتھ مل کر اس طرح نعرے لگانے لگے: "آج کا دن خیر کے دن کا بدلہ ہے" خیر کا انتقام لیا جا چکا ہے۔ "اور مزید بکواس کرتے ہوئے کہا: "محمد (ﷺ) کا دین دم رہا کر بھاگ گیا۔ محمد (ﷺ) کا اب انتقال ہو گیا اور اپنے پیچھے صرف بیٹیاں چھوڑ کر مرے ہیں۔" نفور ہند۔



قدیم یروشلم کی مغربی فصیل وسط میں فصیح کے ساتھ داری ہجوم دو کہ مجاہدوں اور غازیوں کی مسلمان فوجوں
 کرتی، اس کا مشترکہ اور قرار یہ تھا۔ ساتھ وچ وچ کل گھیرا اور اس کا منہ نظر آ رہا ہے جو مسلمانوں کو بدر کر دینا
 ہے کہ اب بیت المقدس پر یہودیوں اور صلیبیوں نے باہم مل کر قبضہ کیا ہے۔



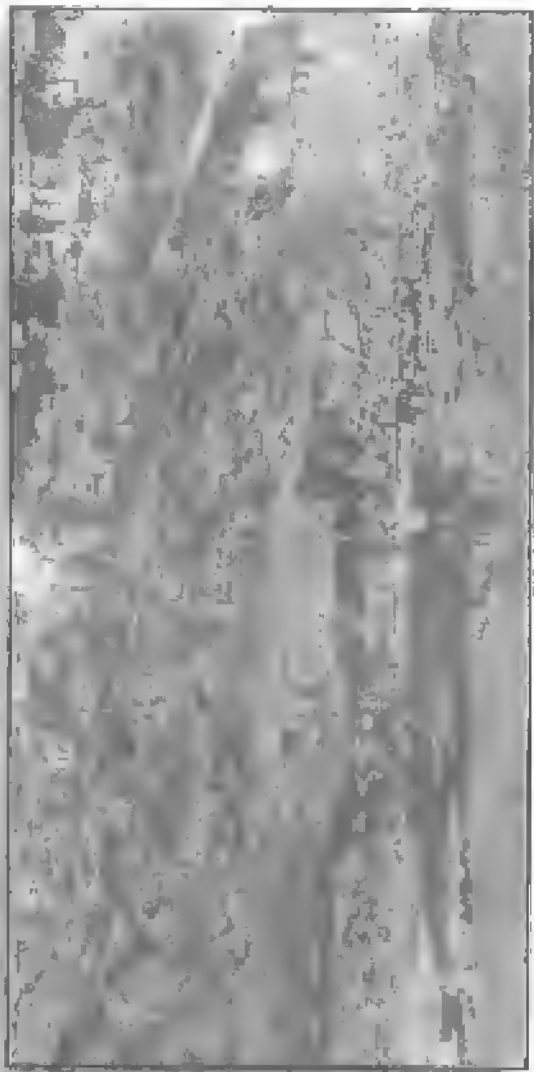
قدیم شہر مرد خلم کی شمالی فصیل کا "دروازہ دمشق" کے چوں چاہیوں عادیوں اور غاصب صلیبیوں کے درمیان زبردست ٹھکرہ چا ہوا۔ یہاں کھینے سی خاکان کے چاہیدین نے جام شہہ سے نوش کیا اور یہی شہادتوں کی داستانیں رقم کرنے کے بعد وہ فصیل پار کر کے شہر میں داخل ہو گئے اور صلیبیوں کو کانٹے لگے۔ کھنچے ستارے انہوں نے یہاں سونا اور بڑا دروازہ کھول دیا تو چاہیوں نے ایک بہت بڑا محرکہ لڑنے کے بعد ہزاروں صلیبیوں کو بچ کر خیمے کی دہلیوں میں باغداد کر بٹھا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے مگر کر یہ نکلے گا کہ اس کی توہین کرنے والوں کا بھی انجام ہوتا ہے۔



بیت المقدس کے نزدیک یہودیوں کی مقدس و متبرک جگہ دیوارِ مریہ: اس کی وہ پہچان کرتے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرنے کا عزم اسی جگہ آکر کرتے ہیں۔ اٹنی یہودیوں نے جب ۱۹۶۷ء میں بیت المقدس پر قبضہ کیا تو اسرائیلی فوجی اس دیوار "دیوارِ مریہ" کے پاس جمع ہو گئے اور سوئے دایان کے ساتھ ٹی کر اس طرح نعرے لگنے لگے: "آج کا دن خیر کے دن کا بدلہ ہے" خیر کا انتقام لیا جا چکا ہے۔ "اور مزید کہ اس کرتے ہوئے کہا: "محمد (ﷺ) کا دین دم و باکر ہوا گیا۔ محمد (ﷺ) کا اب اٹھال ہو گیا اور اپنے پیچھے صرف بیٹیاں چھوڑ کر مرے ہیں۔" نفورہ پھندہ۔

سلطان نے اس کی بھی مرمت کرائی۔ دیواریں صاف اور سفید کرائیں اور پچانک اور دروازوں کو درست کروا دیا اور امام اور مؤذن وہاں رہنے کو مقرر کیے اور مساجد کی تعمیر کرائی اور دو جو ضروریات لوگوں کی تھیں ان کو پورا کر دیا۔ اس قلعہ میں جو سیدنا داؤد علیہ السلام اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کے گھر تھے اور زیارت گاہ تھے 'درست کر دیئے۔ نقبائے شافعیہ کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا اور صلحائے کرام کے لیے ایک مہمان خانہ بنایا۔ دوسرے علوم کی تعلیم و تدریس کے لیے بہت سے اور مدارس قائم کیے اور معلموں اور طالب علموں کے لیے ان کی تمام ضروریات کا انتظام کر دیا۔ غرض بیت المقدس کی بزرگی ایک فیاض اور عالی بہت مسلمان بادشاہ سے جس اہتمام کی خواہش کر سکتی تھی اس سے زیادہ اہتمام سلطان نے کیا اور بیت المقدس کے ساتھ سلطان کی یہ فیاضانہ اور اسلامی دلچسپی صرف اس کی ذات تک مخصوص و محدود نہیں رہی۔ اس کے بعد اس کے بھائی عادل اور اس کے بیٹوں اور جانشینوں نے بیت المقدس کی عظمت و بزرگی اور شہن و شوکت کے بڑھانے کے واسطے اس سے بھی بڑے بڑے کام کیے اور اپنے اس نامورانہ تعلق کو اس مقدس مقام کے ساتھ آخر تک نباہ دیا۔

اس مبارک فتح کے لیے سلطان کے پاس تمام مسلمان فرہنگ رواؤں کے پاس سے اور ہر طرف سے قاصد مبارک پادی کے خطوط لائے۔ دربار بغداد سے ایک غلط غمی کے باعث کچھ کشیدگی سی پیدا ہو گئی جو بہت جلد رفع ہو گئی۔ شعراء نے اس کی تعریف میں بے شمار قصائد لکھے جو بجائے خود ایک دفتر عظیم ہیں۔



نسطریوں کا سرکردہادی کے ساتھ ملاؤ چٹان کے زبر کا شہر نظر آ رہا ہے قدیم ہر علم کی فصیل اور سید الفی کا مقبرہ بھی واضح ہیں۔ دائیں طرف عربوں کی آڑوی اور صقب علی اسرائیلیوں کی نئی عمارتیں ہیں جو اب بہت زیادہ مکمل ہو چکی ہیں اسرا ئیل نے اپنے مشن کے تحت اب سلطان صلاح الدین اویسی کے وقت کے تاریخی شہر کو بدل دیا ہے، ایک پرانی اور عجیب تصویر ہے۔

فتح بیت المقدس کے بعد پھر جہادی میدان جتے ہیں

سلطان ایک عرصہ تک بیت المقدس میں مقیم رہ کر معاملات ملکی کی تدابیر میں مصروف رہا اور اپنی محنت کے اس مبارک اور بیٹھے پھل کو کھانا اور خطوط و لذات روحانی حاصل کرتا رہا۔ مشہور اور مضبوط مقامات میں سے صور کا قلعہ عیسائیوں کے قبضہ میں رہ گیا تھا اور سلطان کو اس کے فتح کرنے کی فکر تھی۔ سیف الدین علی بن احمد مشغوب نے جو صور کے قریب صیدا اور بیروت میں سلطان کا نائب تھا، سلطان کو خط لکھ کر محاصرہ صور کی ترغیب دلائی۔ سلطان ۲۵ شعبان کو جمعہ کے دن بیت المقدس سے صور کے عزم سے روانہ ہوا اور ۹ رمضان کو جمعہ کے روز وہاں پہنچ گیا اور صور کا محاصرہ شروع کر دیا۔ قلعہ صور کو پانی نے محاصرین کے حملہ سے بہت کچھ بچایا، تاہم سلطان تیرہ روز تک محاصرہ ڈالے پڑا رہا۔ ان دنوں میں سمندر میں عیسائیوں اور مسلمانوں کے جہازوں میں مقابلہ جاری رہتا تھا اور ایک دوسرے کی ہار جیت ہوتی رہتی تھی۔ محاصرہ نے طول کھینچا تو لوگ سامان رسد کی کمی اور شدت سرا (یعنی شدید قسم کی سردی) سے ٹک آ گئے اور سلطان سے محاصرہ اٹھانے کے لیے عرض کرنے لگے۔ سلطان کی اور بعض اصرار مثلاً فقیرہ عیسیٰ اور خبیب الدین و عز الدین جردیک کی یہ رائے تھی کہ جب قلعہ کی فیصلہ ٹوٹ چکی ہے اور بہت محنت اور زر صرف ہو چکا ہے بغیر فتح قلعہ کو نہ چھوڑنا چاہیے۔ مگر اکثر لوگ بد دل ہو گئے تھے اور سلطان نے آخر کار محاصرہ انحالیا مناسب سمجھا۔ آخر کار شوال میں شدید سردی کی حالت میں وہاں سے کوچ کیا۔ محاصرہ صور کے زمانہ میں ہونے لگا تھا۔ سلطان نے بدر الدین بلارم کو وہاں حاکم کر کے بھیج دیا اور خود عکا میں انتظام اور زلفہ عام

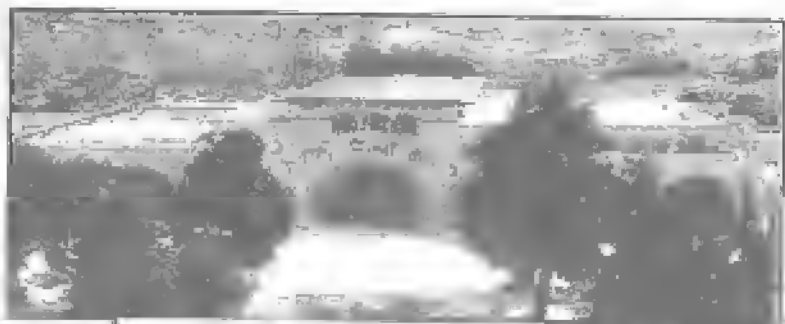
کے کاموں میں کچھ مدت مصروف رہا۔

سلطان کی آمد کا سن کر حملہ آور فرنگی بھاگ اٹھے | ۵۸۴ ہجری کے آغاز میں یعنی وسط ماہ محرم میں سلطان عکا

سے حصن کو کب کی طرف روانہ ہوا اور وہیں پہنچ کر اس کا محاصرہ شروع کیا مگر اس مدینہ کی دشواری نے بالفعل اس سے اس کو ملتوی کرا دیا۔ وہیں بعض دالیان ملک کے سفیروں نے اس سے ملاقات کی اور اس کے بعد وہ دمشق کو چل دیا اور ۶ ربیع الاول کو وہیں پہنچا۔ سلطان چودہ ماہ کے بعد دمشق کو واپس آیا اور چند روز وہیں قیام کرنا چاہتا تھا لیکن پانچویں ہی دن دھعنا اس کو خبر پہنچی کہ فرنگیوں نے جلیل پر چڑھائی کی ہے اور اس کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اس خبر کے سنتے ہی اس نے لشکروں کو طلب کیا اور خود میدان جلیل کو نکلا لیکن ابھی وہ راستہ میں ہی تھا کہ فرنگی اس کی آمد کی خبر سن کر وہاں سے بھاگ اٹھے اور واپس کر چلے گئے۔

سلطان کو حماد الدین اور لشکر موصل اور مظفر الدین کے طالب کو آپ کی خدمت میں جہاد کے لیے آنے کی خبر ملی۔ پس وہ ملک بلائی ساحل کے ارادہ سے حصن الماکراد کی طرف چلا اور اس کے مقابل میں ایک بلند ٹیلے پر جا اترا اور شاہزادہ ملک ظاہر اور ملک مظفر کو کہلا بھیجا کہ دونوں جمع ہو کر تیزیں پر انتظامیہ کے مقابل جا اتریں اور اس طرف سے دشمن کے حملہ کا خیال رکھیں۔ سلطان حصن الماکراد کے قلعہ کرنے کی تجاویز سوچتا رہا مگر کوئی تدبیر کارگر معلوم نہ ہوئی۔ دو دفعہ اس نے طرابلس کو تاخت و تاراج کیا اور پھر اہل لشکر کی رخصت کے ختم ہونے پر ان کے پھر جمع ہونے کے وقت کا انتظار کرنے کے لیے دمشق کو چلا آیا۔ اور چند روز تک وہاں رہ کر عدل عسکری اور انتظام ملک اور اجتماع جہاد میں مصروف رہا۔

جہادی میدانوں میں فتوحات پر فتوحات | جب فوجوں کے جمع ہونے کا وقت ہو گیا تو وہ بلاد بلائی ساحل کے قلعہ کرنے کے عزم سے اس طرف روانہ ہوا۔ راستہ میں اس کو خبر ملی کہ حماد الدین سے بڑے تپاک



بیت المقدس، بیت المقدس کے مختلف حصوں، اپنی دیکھ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ فریاد کر رہے ہیں، مگر اسے دلائل الدین کے فرزندوں نے..... ان کے تھکاتے جسم کو نصیحتی لہجے میں کہا ہے کہ تم میں ایسا کہ جو ایوبی کے قدموں پر چلتے ہوئے 'چماک' پر چم لہراتے ہوئے آئے اور ہمارے زخموں پر مرہم رکھے، ہمیں کفر کے تسماء سے آزادی دلائے۔ کوئی ہے جو افسردہ اداس اور غمزدہ قبیلہ اولیٰ کو قواذ سے کہ اسے بیت المقدس، اور مایوس نہ ہو کہ ہم آ رہے ہیں، تجھے آزاد کروانے کے لیے 'بھرتہ آزاد' لشکروں میں اپنی پوری مدافعتوں سے، ہاتھ افروز ہو گیا اور مجاہدین و غازیان شریعت اور مجدد ریح وہیں گئے۔

سے ملاقات کر کے اس کے لشکروں کو اپنے لشکر میں شریک کر کے حصن الاکراد کے قریب جا اترے۔ قبائل عرب بھی پہنچ گئے تو حصن الاکراد کے گرد کے قلعے فتح کر چکا گیا۔ ۶ جمادی الاول کو اس نے اندر طوس کو جا گھیرا اور اس کو فتح کر کے جہلم کی طرف بڑھا۔ وہیں پہنچتے ہی شہر پر قبضہ ہو گیا مگر اہل قلعہ مقابلہ پر آمادہ رہے۔ ۱۹ تاریخ کو جب اہل قلعہ عاجز آ گئے تو انہوں نے امان چاہی، یو سلطان نے دے دی اور قلعہ پر قبضہ ہو گیا۔ ۲۳ جمادی الاول تک وہیں ٹھہر کر سلطان نے لازقیہ کو کوچ کیا اور شب تک اس کے قریب پہنچ گیا۔ فرنگی جمع کو خبردار قلعوں میں پناہ گزیں ہو گئے۔ یہ تین قلعے ایک ہندی پر تھے۔ مسلمان لشکر نے انقب (بندرگاہ شہر) کی اور قلعہ کی جڑوں کو اکھاڑ ڈالا۔ دوسرے ہی دن اہل قلعہ نے امان چاہی اور شہر چھوڑ جانے یا جزیہ ادا کرنے کی شرط پر امان دی گئی۔

لازقیہ میں بتوں اور تصویروں کی شامت

خواہصورت شہر قلعہ نماں نہیں پختہ اور رفیع الشان تھیں۔ نواح میں باغات نہایت دلنریب اور سرسبز و شاداب تھے۔ چاروں طرف سرسبز چاری تھیں۔ بڑے بڑے عایشان گر بے جن کی دیواروں میں سنگ مرمر لگا ہوا تھا اور ان پر تصویریں منقوش تھیں، مسلمانوں نے ان تصویروں کو مٹا دیا۔ بعض ملکات کو بھی مگرا دیا جس کا بعد ازاں ان کو بہت افسوس ہوا۔

لازقیہ کے عیسائیوں نے وطن کی الفت کے سبب سے اس کو چھوڑ کر جانا گوارا نہ کیا اور جزیہ دینا قبول کر کے وہیں رہنا پسند کیا۔ سلطان جب شہر میں داخل ہوا تو ان سے الفت اور دل دہی کی باتیں کیں اور ان کی تسکین اور تسفی کی۔ شہر اور بازاروں کی میر کر کے لازقیہ کی بندرگاہ کو دیکھنے کے لیے گیا، اور ایسے خواہصورت شہر کے فتح ہونے پر اللہ کریم کا شکر ادا کیا۔ سیف الاسلام کو ایک خط میں لکھا ہے کہ:

لازقیہ نہایت فراخ اور دلکش شہر ہے۔ اس کی منازل خواہصورت اور عمارات دلکش ہیں اور گرد و نواح میں باغات اور سرسبز ہیں۔ یہ شہر ساحل کے تمام شہروں میں خواہصورت اور پختہ ہے اور سمندر کے اس ساحل کی بندرگاہوں

میں ایسی خوبصورت بندرگاہ کسی کی نہیں ہے۔ جہازوں کے ٹھہرنے کا مقام نہایت مناسب اور موزوں ہے۔

۲۷ جمادی الاول کو سلطان نے لاذقیہ سے صیون کی طرف کوچ کیا اور ۲۹ کو وہاں پہنچ کر

ہیبت ناک خندق والے قلعہ کی فتح

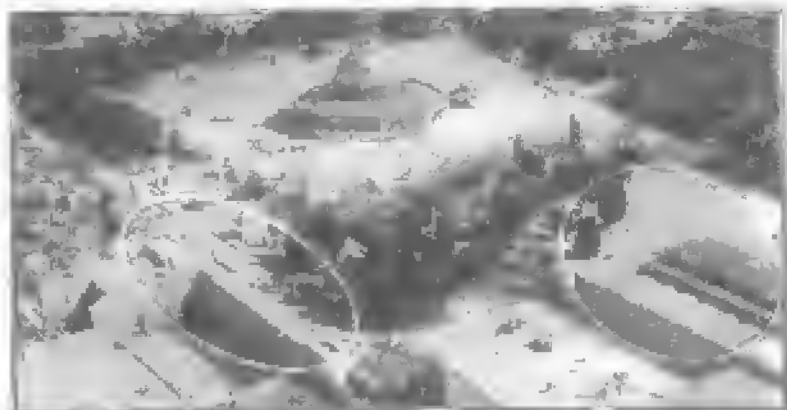
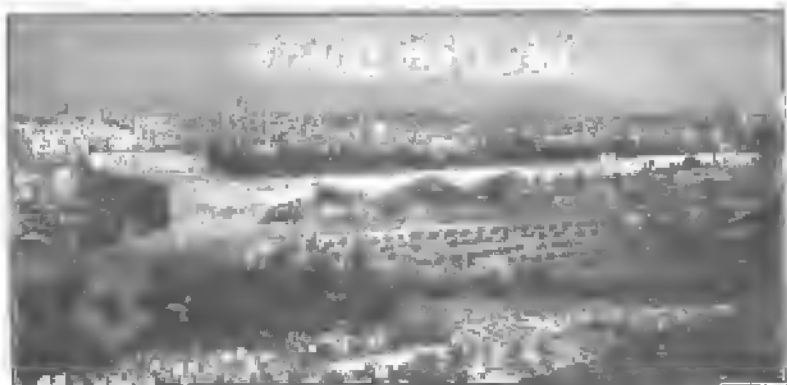
محاصرہ شروع کر دیا۔ صیون کا قلعہ نہایت پختہ اور بلند تھا گویا آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ اس کے گرد نہایت عمیق اور ہیبت ناک خندق تھی جس کا عرض ۵۰ گز تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ قلعہ مشکل سے فتح ہو گا۔ تین فیصلوں سے شہر پناہ میں تھا مگر جب منافقین نے کام شروع کیا تو فیصل کا ایک بڑا قطعہ گر پڑا اور اندر جانے کا راستہ ہو گیا۔ سلطان نے خود پیش قدمی کی اور لشکر نے اللہ اکبر کے نعرے بلند کر کے فیصل پر چڑھا اور جنگ شروع کر دی اور ایسے جہاں توڑ کر لڑے کہ عیسائیوں کی بہت ٹوٹ مٹی اور وہ امن باقی نہ گئے۔ سلطان نے اہل شر کو ان کو انہیں شرائط پر جو اہل یر و شتم سے مقرر ہوئی تھیں ان کو امن دے دی اور قلعہ پر قبضہ کر کے وہاں انتظام و انصرام کے شعبے قائم کر کے حکام کا اقرار کر دیا۔ وہاں سے سلطان بکاس کی طرف روانہ ہوا اور بکاس اور اشغرا اور سرمیہ کو اسی طرح فتح کر لیا۔

مسلمان مظلوم قیدیوں پر آزادی و رہائی کے دروازے کھلتے ہیں | ایک مؤرخ لکھتا ہے کہ:

”سلطان کی فتوحات جبلہ سے لے کر سرمیہ تک تمام حسن اتفاق سے جمع کے دن ہوئیں اور یہ علامت (شاید) خطیبوں کی دعاؤں کی قبولیت کی (تھی) جو وہ مہیروں پر سلطان کے لیے مانگا کرتے تھے۔ ان مفتوح مقامات سے ہر ایک جگہ ایک تعداد مسلمان قیدیوں کی ملتی تھی (جو صلیبیوں نے ظلم و ستم کا مظاہرہ کرتے ہوئے قید خانوں میں ڈالے ہوئے تھے فتح کے بعد سلطان کی طرف سے) یہ مسلمان قیدی سب سے پہلے آزاد کر دیئے جاتے تھے۔“

پہاڑ کی چوٹی پر واقع مضبوط قلعہ کی تسخیر | سلطان وہاں سے فارغ ہو کر حصن بزریہ

مقدس مقامات اور مسلمانوں کی زندگی



حرم قدسی کا ایک فضائی منظر، پس منظر میں بیت المقدس کی شہری آبادی نظر آ رہی ہے۔ دنیا والوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بیت المقدس کی حفاظت کے لیے صرف بیت المقدس کے گرد و نواح میں رہنے والے عرب مسلمان کافی ہیں، ہماری ضرورت نہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اسرائیلی خفیہ منصوبے کے تحت بیت المقدس کے ارد گرد سے بھی مسلمانوں کا وجود ختم کر رہے ہیں کہ کیس کیس میں صلاح اصرین کے افکار کی روح نہ کھس بیٹھے۔ یہودی یہاں دھڑا دھڑا زمینیں خرید کر آباد ہو رہے ہیں۔ اس دلت اسرائیل اور متبعض عرب علاقوں میں بچاؤ، انکے یہودی قبائل بچے ہیں جبکہ قریح سے ایک صدی قبل اس علاقے میں آباد یہودی ہی آباد تھے۔ اب دن بدن حرم کے قریب یہودیوں کا اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ وہ مسلمانوں سے زمینیں خرید کر آباد ہو رہے ہیں، ایسی صورت حال بن گیا دنیا کا کوئی بھی مسلمان یہ بخیر پیش کر سکتا ہے کہ یہ فلسطینیوں کا یا بیت المقدس کے رہنے والے مسلمانوں کا مسئلہ ہے ہمارا نہیں؟ کیا یہ قبلہ بھی صرف ان فلسطینیوں کا ہی ہے تمہارا نہیں!!

کی طرف چلا اور ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر ایک نہایت پختہ اور مضبوط قلعہ تھا۔ اس کی دشوار گزار راہوں اور پختگی کے سبب سے یہ بات عوام میں مشہور ہو چکی تھی کہ اس قلعہ کو کوئی فتح نہیں کر سکتا۔ سلطان کو ان مشکلات نے اس کی فتح کرنے پر اور زیادہ حریص کیا اور ۲۵ جمادی الآخر کو وہاں پہنچ کر مناہیق سے کام لینا شروع کر دیا۔ دو روز تک کوئی مفید نتیجہ نہ پیدا ہوا تو لشکر کے تین حصے کر کے ہر ایک کو باری باری سے حملہ کرنے کا کام سپرد کر دیا۔ پہلے روز عماد الدین والی سپہار کی باری تھی۔ بہت شجاعت سے اس نے حملہ اور لڑائی کی مگر کچھ پیش رفت نہ ہوئی۔ دوسرے روز سلطان کی اپنی نوبت تھی۔ سلطان نے لشکر کے درمیان کھڑے ہو کر نعرہ اٹھ کر بلندہ کیا۔ اور لشکر نے متفق ہو کر ایک بارگی حملہ کیا اور فصیل تک پہنچ کر اس طرح بڑھے ہوئے دوشوں سے کسی خطرہ کی پرواہ نہ کر کے فصیل پر چڑھ گئے اور فرنگیوں سے سخت لڑائی لڑے۔ آخر کار عیسائی شکست کھا گئے اور مجبوراً امان مانگنے لگے۔ اس قلعہ میں اس کی پختگی کے باعث اور دیگر کئی مقامات کے مفرورین بھی جمع ہو گئے تھے اس قلعہ کی فتح کے بعد بہت مخلوق اس میں سے جزیہ دے کر نکلی۔

والی قلعہ ایک عیسائی والی انطاکیہ کا رشتہ دار تھا۔ سلطان نے اس سے نرمی اور ملاطفت سے سلوک کیا اور اس کی خواہش کے مطابق اس کو تمام عزیزوں سمیت انطاکیہ کی طرف عزت کے ساتھ روانہ کیا۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ قلعہ کی والیہ برنس صاحب انطاکیہ کی زوجہ تھی اور قیدیوں میں وہ اور اس کی بیٹی بھی گرفتار ہوئی تھی۔ سلطان کو جب یہ معلوم ہوا تو ان کو مع ان کے خدام کے آزاد کر دیا اور تحفے اور انعام دے کر انطاکیہ کو روانہ کر دیا اور اس کے بعد سلطان نے اسی حُرمِ حصن، دربار اور بزم اس کے قلعوں کو فتح کیا۔ یہ آخری دو قلعے تھے جو انطاکیہ کے نواح میں اور اس کے منہ پر واقع تھے۔ ان کے فتح ہو جانے سے انطاکیہ اکیلا اپنے آپ کو سنبھالنے کے واسطے رہ گیا، مگر انطاکیہ کے اعضاء کٹ گئے اور وہ کمزور و ضعیف ہو گیا۔

سلطان اب انطاکیہ کی فصیلوں کے نیچے پہنچ گیا تھا اور ایک تھوڑی سی کوشش سے

انطاکیہ فتح ہو جاتا لیکن مسلمان فوجیں ایک عرصہ کے سخت اور کٹھن کام اور مسلسل لڑائیوں سے درمائدہ ہو گئی تھیں۔ وطن کی محبت ان کو کھینچ رہی تھی۔ صرف غریاء کی ہمتیں ہی ضعیف نہیں ہوئی تھیں بلکہ عماد الدین صاحب سنجاہ بھی بہت بے قراری سے رخصت طلب کرتا تھا۔

رمضان المبارک میں سلطان کے جہادی معرکے | انطاکیہ کے وال کے سفیر

سلطان کے پاس صلح کی درخواست کرنے کے لیے آچکے تھے۔ سلطان کو مسلمان لشکر کے آرام کی ضرورت نے درخواست صلح منظور کر لینے کی تحریک کی اور موسم سرما کو ۸ ماہ کے واسطے اس نے دانی انطاکیہ سے صلح کر لی اور ایک شرط یہ ٹھہرائی کہ ”تمام مسلمان قیدی جو انطاکیہ میں ہیں رہا کر دیے جائیں۔“ اس سے فارغ ہو کر سلطان نے حلب اور حماہ کے راستے سے دمشق کو کوچ کیا۔ اس کے دمشق پہنچنے پر بلا رمضان آگیا۔ یہ ایک قدردانی تحریک آرام کرنے کی تھی مگر سلطان کی کمال ہمت اور شوق جہاد نے اس کو آرام کرنے کی طرف مائل نہ ہونے دیا۔ قریب کے اور قلعوں میں سے حوران کے علاقہ میں صفد اور کوکب نام کے دو قلعے ابھی غیر مفتوحہ باقی تھے ان ایام میں ان کو فتح کرنے کا عزم کر لیا۔

مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے خواہشمند پر جہادی ضرب | جس زمانہ

میں سلطان بلاوا انطاکیہ میں عیسائیوں کے شہروں کو فتح کر رہا تھا ملک عادل فوج کرک میں عیسائیوں سے جنگ کر رہا تھا۔ خاص کرک پر بھی اس نے اپنے خسر سعد الدین کتبہ کے ماتحت فوج بھیج دی تھی جس نے آخر کار عیسائیوں کو عرصہ تک محصور رکھ کر شک کر دیا اور وہ امداد اور سامان رسد کے پہنچنے سے مایوس ہو کر نہایت عاجزی سے ملک عادل سے امان طلب کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ملک عادل نے امن دے دی اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ کرک کی فتح ایک بہت بڑی کامیابی تھی جو مسلمانوں کو حاصلی ہوئی۔ عماد نے ایک خط میں لکھا کہ:

کرک پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ یہ وہ قلعہ ہے جس کے والی نے حجاز (مکہ اور مدینہ) پر حملہ کرنے اور اس کو فتح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ نے اس کو ذلیل کیا اور دہارے پسندے میں ایسا پھنسا کہ مشکل سے چاہر ہوا اور غلامی کو غنیمت سمجھا۔ (والی کرک جنگ حنین میں قید ہو گیا تھا اور بعد فتح کرک سلطان نے اس کو چھوڑ دیا تھا) ہم نے اس کو سال کی ابتداء میں موت کا مزہ چکھا دیا تھا۔ اب ہم اس کے قلعہ کے مالک ہو گئے ہیں جس کی نسبت وہ اسی سال میں بڑے دعوے کرتا تھا۔ کفر عاجز ہو کر اسلام کے پاؤں پر گرا اور اس قلعہ کے فتح ہونے سے اسلام کا بول بالا ہو گیا۔"

بارشوں کچھز دلہل اور پانیوں کے درمیان خندقوں سے گھرے قلعہ کی طرف پیش قدمی

فتح کرک کے بعد صفد اور کرک دو قلعے مضبوط باقی رہ گئے تھے۔ سلطان نے ماہ رمضان میں آرام کرنے کے بجائے ان کی فتح کے لیے جہاد کرنا پسند کیا اور شروع رمضان میں دمشق سے صفد کو روانہ ہوا۔ قلعہ بلند تھا۔ عمیق خندقوں سے گھرا ہوا تھا اور شدت بارش و باران سے محاصرہ میں کافی ترقی و پیش قدمی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ غیموں کے اور گرد سب طرف پانی بھرا ہوا تھا۔ کچھز میں چلنا پھرنا بھی دشوار تھا مگر سلطان تھا کہ اس جہاد میں اسی سرگرمی اور شوق سے مصروف تھا۔ اس تکلیف کو وہ راحت اور اس مصیبت کو وہ عشرت سمجھتا تھا۔ کوئی مشکل اس کو اپنے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتی تھی اور کوئی وقت اسے تھکا نہیں سکتی تھی۔ دن بھر فوج کے ساتھ تلے کرنے میں شریک رہتا تھا اور رات بھر بختیوں کے نصب کرنے کے کام کو اپنی ہر وقت کھلی رہنے والی آنکھوں سے دیکھتا تھا۔ صفد کی امداد کے لیے بیسیائیوں نے صور سے بھی کچھ فوج بھیجی تھی جو گھاٹیوں میں چھپی ہوئی تھی۔ ایک مسلمان امیر شکار کھیلنے کو گیا۔ تو اس کا سراغ لے آیا اور مسلمان فوج کے سپاہیوں نے ان جنگل باش صلیبیوں کی شکار کر ڈالا اور ایک بھی ان میں سے بھاگ کر کہیں نہ جا سکا لیکن سلطان نے ان کے ساتھ ملاحظت کا برتاؤ کیا اور چھوڑ دیا۔

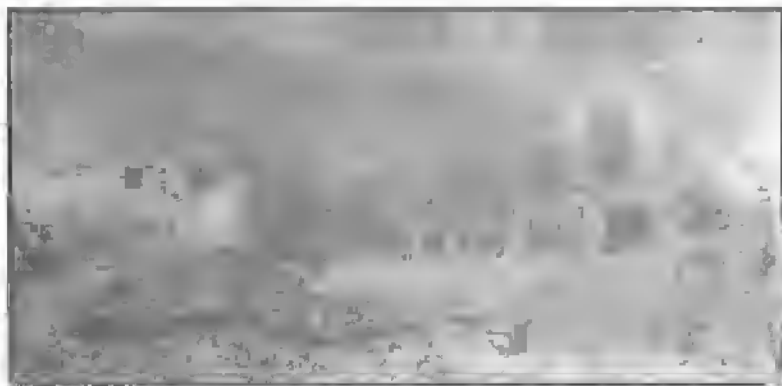
”چاند کی منزل“ فتح ہوتی ہے

قلعہ صندوق فتح ہو گیا اور سلطان قلعہ کو کب کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ قلعہ بلندی میں سچ سچ کو کب (آسمان کا

ستارہ) ہی تھا جس کو عربی مؤرخ عثقا کا آشیانہ یا چاند کی منزل سے تشبیہ دیتا ہے مگر سلطان کی ہمت سے باوجود بارش و باران کی مصیبت اور اسی قسم کی تکالیف کے فتح ہو گیا۔ فتح کو کب نے مسلمانوں کی فتوحات کے تمام سلسلے کو ملا دیا۔ چنانچہ عماد بغداد کے خط میں سلطان کی طرف سے لکھتا ہے کہ:

”اب ہمارے لیے تمام مملکت قدس (بیت المقدس) کی سرحد میں اطراف مصر عریش سے لے کر ممالک حجاز تک ادھر کرک سے شوبک تک راستہ کھل گیا جس میں بلاد ساحلیہ اعمالیہ بیروت تک شامل ہیں۔ اس مملکت میں اب صور کے سوائے کوئی جگہ غیر مفتوح نہیں رہی اور اقلیم انطاکیہ کے تمام قلعے جن پر فرنگیوں اور آرمینیوں کا قبضہ تھا۔ سب فتح ہو گئے ہیں بلکہ سرحد کے قلعے جبلہ اور لازقہ بھی بلاد لادون تک ہمارے قبضہ میں آ گئے ہیں۔ اب صرف انطاکیہ مد چند چھوٹے چھوٹے قلعوں کے باقی ہے۔ کوئی علاقہ نہیں رہا جس کے مضافات نہ فتح کر لیے گئے ہوں۔ صرف طرابلس ایک ایسا علاقہ ہے جس کے مضافات میں سے صرف جیل فتح ہوا ہے۔ اب کچھ عرصہ کے بعد اس کو فتح کیا جائے گا۔ اس کو عذاب الہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہے۔ میرا ارادہ اس پر حملہ کرنے کا بخشتہ ہو چکا ہے اور اس کی حدود میں بیت المقدس کی جانب جیل سے عسقلان تک فوجیں اور سلمان جنگ اور کثیر التعداد آلات و اسلحہ جمع کر دیئے گئے۔ میرا بیٹا افضل اس ولایت کی حفاظت اور نگہداشت پر مشغول ہے اور میرا چھوٹا بیٹا عثمان مصر اور اس کے نواح میں انتظام پر مقرر ہے۔“

سلطان کی بیت المقدس میں عید الاضحیٰ کی ادائیگی | ان فتوحات سے فارغ ہو کر سلطان ملک عادل کو ہمراہ لیے ہوئے بیت المقدس کو روانہ ہوا اور عید الاضحیٰ تک وہیں انتظام و اہتمام میں مصروف رہا۔



نہ نظر قبول ہو۔ عوام کی منہ بولتی تصویر ہے کہ وہ بیت المقدس کو کیا حشر کرنا چاہتے ہیں کبھی وہ وقت تھا کہ جب بیت المقدس کی طرف اٹھنے والی ٹرلی آگے بھی پھوڑ دی جاتی تھی اس وقت پرست دار پیدا کرتے آپ سو گئے ہیں کہ اسرائیل آباد قہرہ کی کھدائی کے ہم پر بیت المقدس کے مختلف حصوں کے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہے۔ ایک وقت تھا جب بیت المقدس کی حفاظت کی خاطر سلطان صلاح الدین نے طویل اور اعصاب شکن جنگ لڑی۔ مسلمان اور صلیبی میدان کارزار میں برسر عمل تھے۔ ایک موقع پر دھڑ نے اس بے نتیجہ جنگ سے بیزار ہو کر سلطان کو لکھا: "مسلمان اور عیسائی لڑتے لڑتے بڑھ ہو جائیں گے ہمارے ملک ویران ہو گئے ہیں" معاملہ صرف بیت المقدس' فلسطین اور صلیب مقدس کا ہے 'بیت المقدس ہماری عبادت گاہ ہے جس سے ہم دست بردار نہیں ہو سکتے۔ فلسطین میں اردن تک کا علاقہ دارالخلافہ ہے اور صلیب اعظم آپ کے لیے محض ایک گٹھڑی ہے اور ہمارے لیے ایک عظیم شے ہے۔ لہذا سلطان کو (صلیب اعظم ہمارے حوالے کر کے) ہم پر اس بارے میں احسان کرنا چاہیے۔"

سلطان نے اس کا یہ جواب دیا: "اقدس جیسے آپ کے لیے مہترم ہے ہمارے لیے بھی اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ گر قابل احترام ہے کہ ہمیں سے ہمارے پیغمبر ﷺ کو 'مروج ہوئی تھی۔ لہذا اس کا تصور بھی نہ کریں کہ ہم اس سے دست بردار ہوں گے' جہاں تک فلسطین کا مسئلہ ہے تو وہ ہمارا ملک ہے' آپ نے محض مسلمانوں کی گٹھڑی سے فائدہ اٹھا کر اس کو غصب کر لیا تھا۔ وہی صلیب کی بات تو اس پر یقین برقرار رکھنا ہمارے مصالح پر موقوف ہے۔"

اس کے بعد عسقلان کو کیا اور ملک کے انتظام اور بندوبست اور رعایا کے حالات کے مفصّل اور ضروری احکام کے اجراء میں مصروف رہا۔ ملک عادل کو شاہ زاہد عزیز عثمان کے ساتھ مصر روانہ کر دیا اور خود عکا کے علاقہ کی طرف گیا۔ لشکروں کا جائزہ لیا۔ نئی فوجیں بھرتی کیں اور لشکروں کو سرحدوں کی حفاظت سکے لیے مقرر کر کے روانہ کیا۔ عکا کی حفاظت اور استحکام کے لیے مجوزہ عمارات کی ترقی کو ابو بکر الدین قراقوش کے ذریعہ اہتمام بن رہی تھیں، دیکھتا رہا اور خود مشق کو روانہ ہوا۔ حکام کی تبدیلیوں اور تقرریوں کی بابت احکام جاری کرنے اور ہر ایک قسم کی انتظامی ضروریات پر متوجہ ہوا۔

بیت المقدس پر نصب صلیب اعظم کی بغداد روانگی | وسط ماہ ۵۸۵ ہجری میں
دربار بغداد کا سفیر سلطان

کے پاس آیا اور اس کی واپسی پر سلطان نے اپنا سفیر اس کے ہمراہ بھیجا اور عجیب و غریب تحائف اور قیمتی اور نادر اشیاء معہ عیسائی قیدیوں اور غنیمت کے بیش قیمت اسباب اور عیسائی بادشاہ کے تاج اور لباس اور صلیب اعظم کے جو صفحہ مقدسہ پر نصب کی ہوئی تھی، بادشاہ کی خدمت میں بیت المقدس کی عظیم کامیابی کے نشان کے طور پر روانہ کر دیئے۔

کچھ مزید عظیم جہادی کارنامے

یہاں کچھ اور بھی عظیم کارنامے ہیں جنہیں صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری برسوں کے دوران سر انجام دیا، اور شاید یہ برس چھ سے زائد نہ ہوں گے اور یہ مختلف النوع کامیابیوں سے بھرپور ہیں۔ کچھ علمی، کچھ سیاسی اور کچھ ان کے علاوہ۔ میں کچھ باقی عسکری کامیابیوں کے بلا اختصار ذکر پر اکتفا کرتا ہوں، جن کا ابھی تھوڑی دیر قبل میں نے فتح المقدس کے حصے میں اشارہ کیا ہے، اور وہ یہ ہیں: فتح طبرہ، المناصرہ، ارسوف، حنین، جبلة، انططوس، اللاذقیہ، بلیس، البیرو، حصن عسری، حصن العازریہ، البرج الأحمر، حصن الخلیل، تل الصافیہ، قلعہ الحسب، الفوقانی، الحسب، التحلی، الحصن الأحمر، لد، قلنسہ، القاقون، قیسون، انکرک، قلعہ الشوبک، قلعہ السلح، الوعیرہ، قلعہ الجمع، قلعہ الدفیلہ، قلعہ الهرمز، صفد، حصن یازور، حصن اسکندرونہ، صور اور عکا کے درمیان، قلعہ اہل الحس، بانی ساحل پر ایک شہر، الرقید، حصن یحور (جبلة اور سرقب کے مابین)، بلیاس، صیون، بلائس، حصن الجماریہ، قلعہ الیڈو، نکاس، الشفر، کسرائیل، افسرانیہ، قلعہ برزہ، دربک، (اتطاکیہ کے قریب)، بفراس، (ارض بیروت میں)، الداسور، (صیدا کے نزدیک)، السوفد۔

صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے استاذ نور الدین رحمۃ اللہ علیہ سے قبل صلیبیوں نے دریائے اردن اور بحر ابيض کے درمیان سب علاقوں پر قبضہ جمایا تھا۔ حتیٰ کہ مسلمانوں کے پاس... ایک محقق کے بقول... دریائے اردن کے غری کنارے ایک مربع سینٹی میٹر جگہ بھی نہ رہی تھی۔ بلکہ اس کے برعکس دریا کے شرقی کنارے صلیبیوں کے قلعے اور



اس نقشہ میں دریاؤں، سمندروں اور خشکی پر واقع صلیبیوں کے قلعوں، رہاستوں اور فوجی علاقوں کی تفصیلات ہیں کہ جن پر سلطان صلاح الدین شاہین بن کر چھپتا رہا۔ بالآخر ان تمام صلیبیوں نوکریوں 'رہاستوں' قلعوں، چھاؤنیوں وغیرہ کی انتہ سے انتہ ہمارا ان کو نیست و بربود کر دیا۔ اگر آج کا کوئی حکمران ہوتا تو وہ اپنی ساری عمر مذاکرات میں گزار کر مر جاتا لیکن سلطان نے مذاکرات کی بجائے جہاد کا راستہ اختیار کیا جس کی بنا پر آج یہ علاقے مسلمانوں کے قبضے میں ہیں۔

مضبوط مقامات موجود تھے جیسے کہ کرک اور اشوبک وغیرہ۔۔۔ صلاح الدینؒ نے بہت سے کام لیا۔ اللہ کے فضل و کرم اور اپنی اسلامی شخصیتوں کی بدولت۔۔۔ کہ انہیں "صور" اور "یانقا" کے درمیان ساحل پر ہی چھوٹے چھوٹے دائروں میں محصور کر دیا۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے کچھ مہلت اور دے دیتا اور وہ ۵۸۹ھ میں وفات نہ پاتا تو اور بھی حیرت انگیز کارنامے سرانجام دیتا۔ **رحمۃ اللہ علیہ** لیکن پھر بھی اس نے جو کیا حق ادا کر دیا۔ یقیناً صلاح الدینؒ مسلم قائد ان حملہ آوروں اور ملک پر قابضوں غاصبوں کو ملک سے نکالنے پر اور ان کی سمندری آمد و رفت پر اور انہیں ان کے ملک یورپ تک واپس دھکیلتے جیسے اہم مسائل پر اکثر سوچتا رہتا تھا تاکہ وہ یہ علاقے اسلامی تعلیمات سے منور اور جاہلیت کی ظلمات سے پاک صاف کر سکے۔۔۔ ایک بار وہ اپنے وزیر ابن شداد سے جب کہ وہ دونوں مجاہدین کی ایک جماعت کے ہمراہ ایک ساحلی مہم پر جا رہے تھے، یوں ہلکا کام ہوا: "کیا میں تجھے ایک بات بتاؤں؟" ابن شداد نے کہا: "ہاں ضرور!" تو صلاح الدینؒ کہنے لگا: "میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ ساحل کے بقیہ علاقے اللہ تعالیٰ کب فتح کر دے گا!! میں جب پورے ملک میں بنظر غائر دیکھتا ہوں تو دل میں یہ بات اٹھتی ہے کہ لوگوں کو خیر یا کبوں، گھنے گھنے جنگلات تک پہنچوں۔۔۔ سمندری پشت پر سوار ہو کر۔۔۔ ایک ایک جزیرے تک پہنچوں۔۔۔ زمین کا ایک ایک چپہ تلاش کروں۔۔۔ روئے زمین پر اللہ کے ساتھ گھر کرنے والوں کو (زندہ) جی بقی نہ چھوڑوں۔۔۔ یا پھر میں خود شہید ہو جاؤں۔" اللہ اکبر!

صلاح الدینؒ کا مجاہدانہ طرز زندگی

یوں لگتا ہے کہ زندگی کے ان آخری برسوں میں اللہ تعالیٰ نے اس کے دل سے دنیا کی ہر رغبت اور مرغوب و پسندیدہ چیز کو نکال دیا تھا اور جہاد کو اس کے لیے ایسا محبوب مشغلہ بنا دیا تھا کہ صرف جذبہ جہاد ہی اس کے دل پر چھا گیا اور جی پر غالب آ گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مشکلات و شدائد کو اس پر آسان فرما دیا تھا کہ اس نے زندگی کے یہ برس

جہادی غیموں میں یا پھر گھوڑوں کی پشتوں پر اسی گذار دیئے۔ دشمن سے لڑتے ہوئے.....
یا ان کا محاصرہ کرتے ہوئے..... یا پھر ان کے قلعوں اور ان کی پناہ گاہوں کو فتح کرتے
ہوئے..... جو آدمی ملک شام اور اس کی موسم سرما میں سردی کی شدت یعنی اس موسم
سرما کے اولوں، 'برفوں' پہاڑوں کی برف باریوں، 'سُخ بستہ ہواؤں' آندھیوں اور بارشوں
سے آشنا ہے، وہ اچھی طرح سمجھ سکتا اور تجزیہ کر سکتا ہے کہ صلاح الدین نے کس ولولہ
انگیز جذبہ اور ایمانی حوصلے سے اپنے رب کی رضا جوئی اور دین کو غالب دیکھنے کے لیے،
ان حالات میں زندگی بسر کی ہوگی۔

ہم ابن شداد سے صلاح الدین کی زندگی کے بارے میں یہ ایک واضح ترین مثال
بھی تو سنتے ہیں، 'وہ کہتا ہے: "۵۸۴ھ رمضان کے مبارک مہینے کے ادا کُل ہی میں سلطان
دمشق سے بنیاب "صفہ" چل پڑا۔ اس نے اس ماہ مبارک میں اپنے بیوی بچوں، گھربار
اور وطن کی طرف کوئی التفات تک نہ کیا، مگر بھی نہ دیکھا۔ حالانکہ اس ماہ میں انسان
جہاں کہیں بھی گیا ہوا ہو اپنے غمزدانوں کے ساتھ اکٹھے رہنے کے لیے اوت آتا ہے۔
اے اللہ! اس نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لیے برداشت کیا ہے، اے اجر عظیم عطا
فرما۔۔۔ (آئین)

اسی ماہ مبارک میں اللہ کا یہ شیر "صفہ" تک پہنچا، حالانکہ وہ ایک ایسا مضبوط اور
محفوظ قلعہ تھا جسے تمام اطراف سے دایوں نے گھیر رکھا تھا، اس کے باوجود اس نے وہیں
پہنچ کر منہ فیض نصب کر دیں۔۔۔ بارشیں اپنے جوہن پر، دایوں میں کچی زمین کی دھنسن
بست زیادہ (یعنی گدار سا) جس میں پاؤں رکھتے ہی آدمی دھنسن جاتے) بارشوں کے ساتھ
زالہ باری بھی شدید ترین۔۔۔ لیکن یہ سب کچھ، اس کی یاخار کے سامنے اور فوجوں کی
صف بندی کرنے میں، جن کا موقع محل متقاضی تھا، ذرا برابر بھی رکھوٹ نہ بن سکے۔

ایک رات، میں خود بھی آپ کے ہمراہ ہی تھا کہ آپ نے بغض نفیس پانچ تختیوں
کو نصب کرنے کے لیے مختلف مقامات کا معائنہ کیا۔ اسی رات یوں فرمانے لگے: "ان
پانچوں کو نصب کرنے سے پہلے ہمیں سونا نہیں ہو گا۔۔۔ لہذا ایک ایک جماعت کو ایک

ایک منجنتی حوالے کی اور قاصد مسلسل اس کے اور تحقیق نصب کرنے والوں کے مابین آتے جاتے رہتے، ایک ایک لمحہ کی خبر دیتے رہتے، یہاں تک کہ آپ (ﷺ) کی خدمت گزاری اور امیر کی اطاعت شعاری میں ہمیں صبح و رات۔ تحقیقیں گاڑی (نصب) کی جا چکی تھیں، تو میں نے آپ سے ایک حدیث مبارکہ بیان کی اور اسی کے حوالے سے آپ کو بشارت اور خوشخبری سنائی، وہ حدیث نبوی ﷺ یہ ہے:

((عَيْنَانِ لَا تَفْضُضُهُمَا التَّائِرُ: عَيْنٌ بَاتَتْ تَحْزُنُ لِي سَبِيلَ اللَّهِ وَ عَيْنٌ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ))

”دو آنکھیں ہیں جنہیں دوزخ کی آگ چھو نہ سکے گی ① ایک آنکھ جس نے اللہ کی راہ میں سپرد دیتے ہوئے جاگتے ہوئے رات گزاری (۲) دوسری آنکھ جس نے اللہ کے ڈر سے آنسو بہا دیئے۔“

پھر ”مصدق“ کے ان صلیبوں سے لڑائی جاری رہی یہاں تک کہ وہ سلطان کے حکم کے سامنے ”طبع ہو گئے۔“

ملک بیماری بھی گھوڑے کی پشت سے نیچے نہ اتار سکی | آپ کو ”دردوں کا مرض“ بھی لاحق تھا،

اس کے باوجود میدان جنگ کی چیخ و پکار اور پکڑ دھکڑ میں رہے، تو یہ صرف بارگاہ ایزدی سے ثواب چاہتے ہوئے تھا۔ وہ صبر و ثبات کے صلے میں جو کچھ اللہ رحیم و کریم کے پاس ہے اسے چاہتے ہوئے کیا کرتے تھے۔

ہم ابن شداد سے اس کے صبر و ثبات کے بارے میں ایک اور پہلو بھی سنتے ہیں جب کہ صلاح الدینؒ ساٹھ ستر برس کی عمر کے درمیان تھے، وہ واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

میں نے آپ (ﷺ) کو ”عکا“ کی چراہ گاہ میں خود دیکھا کہ سلطان کی مرض کی تکلیف انتہا کو پہنچ چکی تھی جو اسے جسمانی پیموڑوں کی وجہ سے لاحق ہوئی تھی۔ اس مرض نے اس کے جسم کے درمیانی حصے کو ماؤف کر دیا تھا، جس سے اس سے بیٹھا بھی

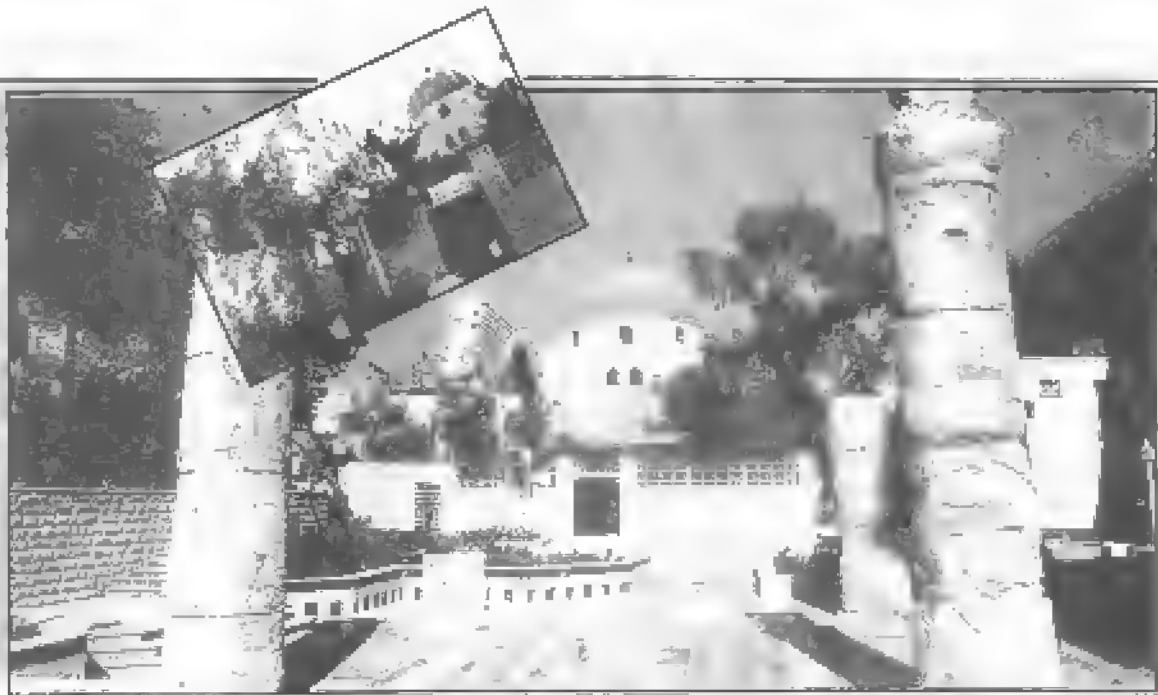


ایک بار وادیاب تصویر اسرائیلی حکومت آجہ قدیر کے جاسٹس ایک روم سے بیت المقدس کو تھیر لرنے اس کی جگہ اپنی عبارت کی نیکل سلیمانی قائم کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہو چکی ہے۔ اس نے تمام انتخابات مکمل کر لیے ہیں اور اب مرحلہ دار اپنے منصوبہ کی تکمیل سے سازشوں میں مصروف ہے جبکہ کچھ فدائی اس کی حفاظت کے لیے جانیں نذا کر رہے ہیں۔ اوپر سبھ واقعی کی تصویر ہے اور نیچے یہودیوں کے اس فرضی نیکل سلیمانی کی تصویر ہے جو وہاں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

نہ جاسکتا تھا۔ وہ خیمہ میں اپنے ایک پہلو پر ٹیک لگائے ہوئے تھا اور اسی حالت ہی میں کھانا کھا رہا تھا جب کہ وہ اس رقت خیمہ میں ڈوبنے کے باوجود دشمن کے بھی قریب ترین تھا۔ یہ مرض اسے دشمن سے لڑنے کے لیے اپنے لشکر کے سینہ (دائیں طرف کا لشکر) پیسرو اور قلب الجیش (لشکر کا وسط) ترتیب دینے سے روک نہ سکا۔ اس مرض کی شدت کے باوصف وہ ابتدائے صبح سے صلاۃ ظہر تک اور پھر عصر تا مغرب گھوڑے کی پشت پر بھی بیٹھتا اپنے لشکر کے مختلف دستوں اور یونٹوں کے پاس پہنچتا انہیں حکم دیتا انہیں جہاد و قتال سے متعلق منہیات سے روکتا ان میں فی سبیل اللہ فداء ہونے اور بام شہادت نوش کرنے کی روح کو تڑپاتا اور مگراماں اور اس کی اپنا حالت یہ ہوتی کہ شدت الم اور پھوڑوں کی ٹیس کو برداشت کیے ہوئے ہوتا تھا۔ ہمیں اس کی حالت پر حیرت اور تعجب ہوا کرتا تو وہ یوں کہا کرتا: ”کہ گھوڑے کی پشت سے نیچے اترے تک یہ درد محسوس ہی نہیں ہوتا۔ بلاشبکہ اس پر اللہ تعالیٰ کی یہ خاص عنایت تھی اور اس اسلامی حکم کی برکت تھی جس کی خاطر وہ جہاد کر رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں جسے اس کے رسول معظم ﷺ نے اپنے رب سے حدیث قدسی میں بیان کیا ہے:

«لَاؤُ لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُجِيبَهُ قِيَادًا أُحِبُّهُ» كُنْتُ سَفْعَةَ الْيَدَيْنِ يَسْتَعِينُ بِهِ وَ يَصْوَرُهُ الَّذِي يَنْصُرُهُ وَ يَدْعُو إِلَيَّ يَبْتَطِشُ بِهَا وَ رَجُلُهُ الْيَدَيْنِ يَشْرِي بِهَا وَ لَبِنٌ مِّنْ أَلْبَانِي لَا غَطْبَةَ وَ لَبِنٌ مِّنْ تَعَادِي لَا جَعْدَةَ»
(صحیح بخاری)

”میرا بندہ لگاتار نوافل کی ادائیگی سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ تو جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اس کی وہ ٹانگ بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ



فرانسیسی جرنیل خود جب ملک شام فتح کر لینے کے بعد دمشق پہنچا اور ترک افواج اس کے سامنے ہتھیار ڈال چکیں تو وہ فوراً دمشق میں موجود اسوی جامع مسجد جا پہنچا۔ جہاں نارج ہند سلطان صلاح الدین ایوبی کی تصویر میں نظر آنے والی قبر واقع ہے۔ اس حکیم جرنیل نے قبر پر ٹھوکر دے دے ہوئے صلاح الدین ایوبی کو مخاطب کیا اور کہنے لگا: ”اے صلاح الدین! انا خود دیکھ کہ ہم اپنی نگشتوں کا بدلے لے چکے اور تیری سرزمین پر بطور قریح لوٹ آئے ہیں۔“ آج امت نے علی المرتضیٰ سلطان کی قبر پر پختہ مزار کی بدست قائم کر کے سجدہ کیا ہے کہ حق ادا ہو گیا۔ نہیں بلکہ سلطان کے متفق جہاد کو زندہ کیا جائے کیونکہ اس صلیبی جہل نے پیغام یہ دیا ہے کہ جہاد کا شعور ختم ہو گیا ہے۔

مجھ سے پہلا مانگے تو میں ضرور اسے پہنچا بھی دیتا ہوں۔“

اور وہ اللہ قرآن میں یوں بھی فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا فِتْنًا لَّفْقَدُوا بَنَاتَهُمْ سُبُلًا وَابْنُ اللَّهِ نَسَعَ الْمُخْبِتِينَ﴾

(سورہ فصطوح: ۶۹)

”اور جن لوگوں نے ہمارے لیے کوشش کی (یا جہاد کیا) کافروں سے لڑے، ہم ان کو ضرور اپنے (قرب کے) رستے دکھلا دیں گے اور بے شک اللہ (اپنی مدد سے) نیک لوگوں کے ساتھ ہے۔“ (ترجمہ از ذوب وحید الرحمن خاں حیدر آبادی)

سلطان صلاح الدین کی وفات

جماد کی یہ مشقت زندگی اور مسلسل بے آرامی نے سلطان کو مستقل مریض بنا دیا تھا، مرض کی شدت میں رمضان کے کئی روز تفتاب ہو گئے مگر جماد نہ چھوڑا اب جو موقع ملا تو تفتاب روزے ادا کرنا شروع کر دیے، معالج نے ان کی تکلیف کا لحاظ کرتے ہوئے اس سے منع کیا مگر سلطان نے یہ کہہ کر کہ ”نہ معلوم آئندہ کیا حالات پیش آئیں“ تمام تفتاب روزے پورے کیے۔

وسط صفر ۵۸۹ھ میں مرض شدت اختیار کر گیا اور وفات سے تین روز قبل غشی کی سی حالت طاری ہو گئی، معلوم ہوتا تھا کہ بیس سال کا تھکا ماندہ مجاہد تھکن اٹا رہا ہے۔ ۲۷ صفر کی صبح کا ستارہ افق پر نمودار ہوا تو سلطان صلاح الدین کی نبضیں ذوب رہی تھیں۔ شیخ ابو جعفر رضی اللہ عنہ نے سکرات موت کے آثار محسوس کر کے سورۃ حشر کی تلاوت شروع کی جب آیت ﴿هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ غَالِبُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ پر پہنچے تو ایک ایک سلطان نے آنکھیں کھول دیں، مسکرائے اور تبسم ریز لہجے میں کہا: ”سچ ہے۔“ یہ کہہ کر ہمیشہ کے لیے آنکھیں بند کر لیں۔ سلطان کے غم میں ہر آنکھ اشکبار نظر آتی تھی، صلیبی دنیا کے چٹکے چھڑا دینے والے اس اہل جلیل کا انتقال اس صلیب میں ہوا کہ ترکے میں کوئی گاؤں، باغ اور مکان نہ چھوڑا تھا۔



مسجد انصاری کی حدود میں اسلامی عجائب گھر میں رکھے گئے قاتحین اسلام کے زیر استعمال ہتھیار جو توجہ اپنے کسی سچے وارث کی راہ دکھ رہے ہیں۔

دنیا سے بے رغبتی اور قلت سرمایہ

شاید یہ بھی مناسب ہی رہے کہ میں (امین شہزاد) آپ (رحمۃ) کے زہد و تقویٰ اور دنیاوی مال و ستاع کی قلت کی طرف اشارہ بات کروں۔ مجھے اتنا کمنا ہی کافی ہے کہ اس نے اپنے مولا سے اس حال میں ملاقات کی کہ ورثہ میں کوئی محل چھوڑا اور نہ کوئی دنیاوی سرمایہ بلکہ اتنی رقم بھی نہیں چھوڑی جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی بلکہ وہ ساری دولت جو اپنے پیچھے چھوڑی وہ صرف ۷۷ درہم (ناصری) اور ایک سونے کا رینار (شای بہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے لیے آخرت میں جو نعمتیں تیار فرما رکھی ہیں وہ عطا فرمانے کے لیے سلطان کو دنیاوی رقبوں، ہانوں، بستوں اور کھیتوں محلات وغیرہ سے بے نیاز ہی رکھا۔

اگر آپ (رحمۃ) دنیاوی دولت جمع کرنے اور کونھیاں بلند نکلیں بیٹے میں مشغول ہو جاتے تو کبھی بھی اپنے علاقے آزاد کرانے، تاریخ کے رخ کو موڑنے اور ہمیشہ زندہ رہنے کی استطاعت نہ پاتے۔ گویا کہ لقیط بن یاسر الایادی نے کسی ایسے ہی سپوت کو زہن میں رکھ کر یہ آیات کہی ہیں:

فَقَالُوا
رَحِبَ الدِّعَاجِ بِأَمْوَالِهِمُ
الْحَرْبِ اللَّهُ دَرَجَتُهُمْ

”تم اپنے سب معاملات اسی کے حوالے کر دو، اسی میں تمہاری بہتری ہے (دوستی کرنے کے لیے) کھلے بازوؤں والا ہے (یعنی دوستوں پر صبر ہے) اور (دشمنی کے حوالے سے) جنگ کی بات کے ساتھ ہی دشمنوں کو بوجھل کر دینے والا ہے“ ان پر قدرت اور غلبہ پانے والا ہے۔“

لَا مَنُوفًا إِنَّ رَحَاءَ الْغَيْشِ صَاحِدَةٌ
وَ لَا إِذَا عَطَشَ مَنُكْرُوةٌ بِهِ خُشْعًا

”وہ دنیاوی ناز و نعمت پر اترائے والا دشمنی بیکار نے والا بھی نہیں ہے بلکہ یہ دنیاوی آسائشیں تو اس کی معاون و مددگار ہوتی ہیں اور نہ ہی وہ قرہ برابر ڈرنے والا ہے جب

کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی اس پر آن چڑھے۔“

مُسَيِّدُ الْمَلِیْلِ نَعْبِدُكَ اُمُوْدُكُمْ
بِرُؤُفٍ مِثْلِهَا اِلٰی الْاَعْدَاءِ مُظْلِمًا

”راٹوں کو بیدار رہنے والا، بیدار مغز ہے، تمہاری ہی سوچیں اسے تنہا دیتی ہیں (تمہیں تنہا دیر باز کرنے کے لیے سوچتا رہتا ہے) پھر دشمنوں پر حملے کرنے کے نئے نئے راستے تلاش کرتا ہے (دشمنوں کو لاچار کیے رکھتا ہے)۔“

لَا يَطْعَمُ الثَّوْمَ اِلَّا بِدِثٍ يَبْعَثُ
هَمَّ يَنْكَادُ شَبَابَ بَطْنِجَمِ الضَّلَا

”وہ تو ٹیند کا ذائقہ بھی تھوڑی دیر کے لیے چکھتا ہے پھر اسے کوئی پروگرام ہی بیدار کر دیتا ہے، قریب ہے (اس کا سٹی سائیکس ای) دشمن کی مدد مقلد کی پسلیوں کو توڑ کر نہ رکھ دے۔ (تو اس کے کھلنے کی کیا کیفیت ہو گی)۔“

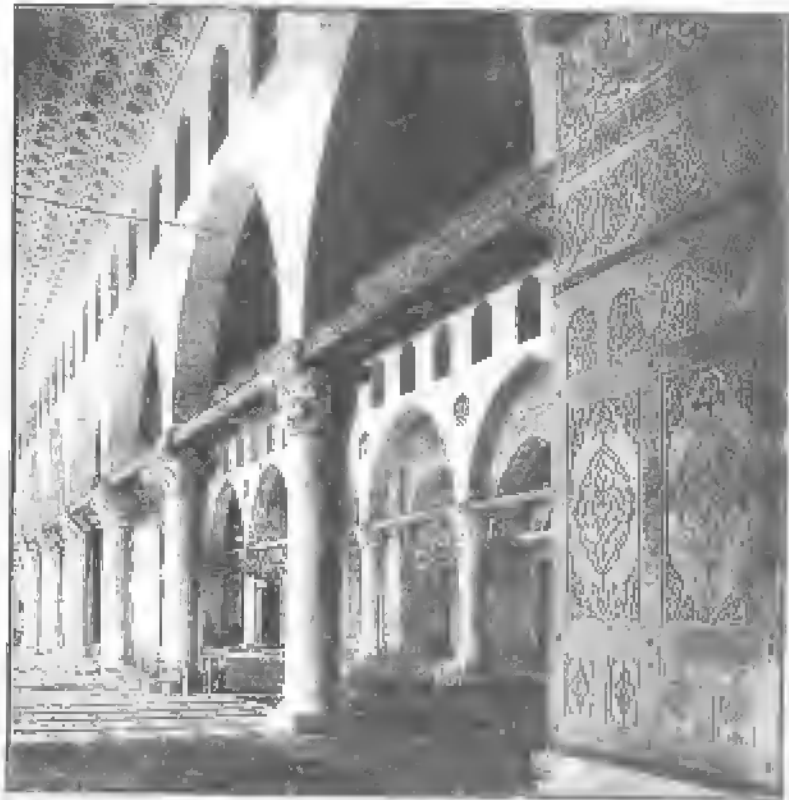
وَلَبِثَ يُسْبِقُهُ قَالٌ يَنْقَرُهُ
عَنْكُمْ وَ لَا وَلَدٌ قَتَبَنِي لَدَ الْاَوْفَا

”اس کا دنیاوی مال و متاع اکٹھا کرنا بھی تمہاری طرف سے مشغول تو نہ کر سکے گا اور نہ ہی وہ نور چشم صاحبزادہ عاقل کر سکے گا جس کی رفعت و منزلت کا وہ طلب گار اور خواہش مند ہے۔“

اِذْ عَابَهُ غَايِبٌ ثَوْمًا فَقُلْتُ لَدَ
ذِقْتُ لِبَطْنِجَمِ قَبِلَ الثَّوْمُ مُضْطَجِعًا

”اگر کوئی عیب جو کسی روز اس کی (بسادری کے سلسلے میں) عیب جوئی کرے میں تو صرف اسے ہی کہوں گا کہ سونے سے قبل اپنے پسلیوں کے لیے اپنے بستر کو نرم و ملائم کر لیتا۔“

فَسَاوَرُوهُ فَأَلْفُوهُ اَتَا
فِي الْخَرْبِ يَحْتَبِلُ الرِّبَالُ وَ الشَّبَا



جب سلطان صالح الدینؒ نے مسجد اقصیٰ کو یودیوں کے قبضہ سے چھڑا دیا تو ملازبان صنف شکن
 کردہ دو گروہ مسجد میں داخل ہو گئے۔ اقدیر میں نظر آنے والے حصہ کو زیب و زینت بخشنے کے بعد
 عیدوں کی زینت سے مزین کرنے لگے۔ اور صلیبی تھے کہ جو بچے کچے تھے وہ بھیگی ملی بنے رحم و
 بخشش کی بیک مانگ رہے تھے اور سلطان ان کو معاف کرتا جا رہا تھا۔ یہ جنوں کی شان و شوکت کا اظہار
 تھا۔ لیکن آج۔ جب سلطان کے جاری کردہ صلیبیوں کے خلاف راستہ ہمارا کو ترک کر دیا گیا تو
 بیت المقدس پر یودیوں کے قبضہ ہو جانے کے بعد مابین برطانوی وزیراعظم کو یہ کہنے کی جرأت ہوئی
 کہ: "بیت المقدس کو اسلام اور مسلمانوں کے قبضہ سے رہائی دلانا ہم مسیحیوں اور یودیوں دونوں ہی
 کا مشترکہ خواب یا نصب العین تھا۔ لہذا اس کے رہا کرانے جانے پر جو خوشی ہم مسیحیوں (صلیبیوں) کو
 ہوئی ہے وہ یودیوں کی خوشی سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔" کیا ہے کوئی نہ ان صلیبی بکواسات کا
 ہمارا زبان میں جواب دے؟

”بڑے بڑے ناموروں نے اس سے بلند مقام حاصل کرنے کے لیے اس سے مقابلے کیے ہیں لیکن ہر بار انہوں نے اسے اپنے سے دو ہاتھ آگے ہی بڑھنے والا پایا ہے“ میدان جنگ میں اس کی کیفیت یہ ہے کہ شیروں، خطرناک بھیڑیوں اور درندوں کو اپنے جال میں پھنس لینے والا ہے۔“

مُسْتَجْبِدًا يَتَّخِذُ النَّاسَ كَلْبُهُمْ

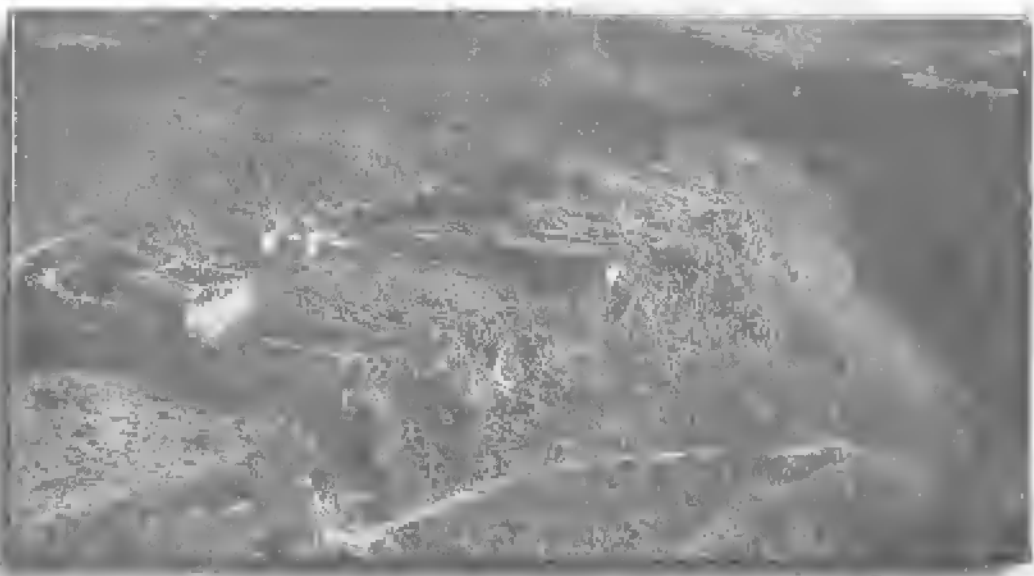
لَوْ قَارَعَ النَّاسَ عَنْ أَحْسَابِهِمْ قَرَعًا

”وہ ایسا ہے کہ تمام لوگوں کو چیلنج دیتے ہوئے ”دعوت مبارزت“ پیش کرتا ہے (بچے کوئی میرا مقابلہ کرنے والا) وہ تو ایسا ہے اگر حسب نسب کے معاملے میں سب لوگوں کے ساتھ قرعہ اندازی بھی کرے تو قرعہ صرف اسی کے نام پر نکلے گا۔“

تاریخ اسلام، سنت الہیہ کی روشنی میں

یہاں میں چاہوں گا کہ ایک سوال پوچھوں: کہ عالم اسلام، صلیبوں کے جلاز اسلامیہ میں ناپاک قدم رکھنے سے قبل جس حالت میں تھا، اس کی برعکس حالت جو ہم نے ابھی دیکھی، اس کی طرف کیسے منتقل ہو گیا؟ جن حالات کے سائے تلے صلاح الدین ان صلیبوں سے فلسطین آزاد کرانے کی ہمت پاسکا، ”صور“ اور ”یافا“ کے درمیان ساحلوں پر چھوٹے چھوٹے دائروں میں انہیں دھکیلنے میں کامیاب ہو سکا، انہیں مزید دور دراز علاقوں تک دھتکارنے کے لیے جسے موت نے مزید ملت نہ دی، یہاں تک کہ یہی شان اللہ تعالیٰ نے اشرف غلیل بن قلاوون کی قسمت میں لکھی، جو ۶۹۰ھ بمطابق ۱۲۹۱ء میں صلیبوں کے آخری تکتے اور پناہ گھ ”عکا“ پر قابض ہو گیا۔

شاید کہ اس سوال کا یہی جواب ہے کہ تاریخ بھی ایک طرح سے ”ماں“ ہے۔۔۔ جس سے کچھ عرصے کے بعد ”پیدائش“ ہوتی رہتی ہے، جس پیدائش کے بعد سنت الہیہ مضبوط ہوتی ہے اور یہ بالکل ”انسانی پیدائش ہی کی طرح ہے“ کہ جب اس ”تاریخی پیدائش“ کا ”وقت وضع“ قریب آ جاتا ہے تو کوئی بھی ”اللہ کے حکم“ اور اس کی تقدیر کو



سلطان صلاح الدین کا تعمیر کردہ ایک جنگی قلعہ دو صلیبی بھگنوں کے دوران غازیانہ اسلام کی جہادی سرگرمیوں کا مرکز رہا۔ جہاں مجاہدین اپنی جنگی مشقیں کرتے اور صلیبی یلغار کو روکنے کے لیے دفاعی سرگرمیاں بھی جاری رکھتے۔ کاش! آج جب صلیبیوں کے خلاف لڑنے اور اسلام کا دفاع کرنے کے لیے ایسے جہادی مراکز خشک سفرز قائم کرنے کی ضرورت تھی مسلم حکمران پہلے سے دل دل کی طرف سے قائم چند مراکز اور جہادی ترجمانی مراکز کو نظم کر رہے ہیں — گویا بقول شاعر —

بادشاہ گر گئے محمد سے میں حسب وقت قیام آیا

اور اس سے بھی زیادہ افسوس ناک اور تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ان کے حکمران یہ سب کچھ کر بھی انہی اہم مقام کے دشمن یسودیوں اور صلیبیوں کے اشاروں پر رہے ہیں یا للعجب۔ حل منکم ورجل وشد، ایہا امراء المسلمین۔

روک نہیں سکتا۔ بے شک یہ بھی اللہ کی سنتوں یعنی حکموں کا حصہ ہے، ان سے منسوب رکھنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ جیسے ”عورتوں کے رحم“ سے ”نومولود بچے“ دنیا میں آتے ہیں اسی طرح ”تاریخ کے رحم“ سے بڑے بڑے ”واقعات“ جنم لیتے ہیں۔۔۔ یہ واقعات ”تاریخی رفتار“ کے ساتھ ساتھ دوسرے واقعات سے جنم لیتے ہیں۔۔۔

مسلمانوں کے لیے کس حد تک ہم پسند کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ان سنتوں اور ان کے تقاضوں کی فطرت سے واقفیت اور شناسائی حاصل کریں، پھر اسی انداز اور اسی منہج پر اپنے حالات کو ڈھال دیں جو ان سنتوں سے مطابقت اور موافقت رکھتے ہوں، یتیمنا اللہ کی توفیق سے، دنیا کی باگ و بار پھر انہیں کے ہاتھ میں ہوگی۔۔۔

یتیمنا یہ ”کنزور ترین حالات“ جن سے عالم اسلام گزر رہا ہے، اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ ”سنت الہیہ“ کے مطابق غنقریب ایک ”تاریخی ولادت“ ہونے والی ہے اور ہم امید رکھتے ہیں کہ وہ نئی نیدائش ”نیا صلاح الدین“ ہو گا، پھر اس روز حنین بھی واپس پلٹ آئے گا اور القدس اور فلسطین بھی واپس مل جائیں گے۔ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾

﴿وَبُذِّعَ بِنُوحٍ إِلَى الْفُتُورِ ۝ يَنْصُرُ اللَّهُ يَنْصُرُ مَن يَشَاءُ وَ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ وَعَدَ اللَّهُ لَا يَخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾

(سورہ اعراف: 1-3)

”اور اس دن مسلمان اللہ تعالیٰ کی مدد پر خوش ہو جائیں گے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ ضرور دست ہے رحم کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا، مگر اکثر لوگ (یہ بات) نہیں جانتے۔“

اے امت مسلمہ کے نوجوانو! | سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری برسوں پر یہ ایک جگہ سی عمر داغ جھلک ہے اور

در حقیقت یہی موضوع ہی پڑھنے پڑھانے کے زیادہ لائق ہے، جو ہر پہلو کو شامل بھی ہے اور مکمل ترین بھی ہے۔ اور خصوصاً ان کرب و غم ناک اور غم ناک حالات و ظروف کے ناظر

میں جن کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ یقیناً صلاح الدین جیسے ”زندہ“ افراد کی تاریخ پر ہونے سے ہی زندگی مل سکتی ہے، جو عزائم کو زندہ کرتے ہیں، اور ہمتوں کو تیز کر دیتے ہیں، افراد کو ”ہم مرتبہ ثریا“ بنا دیتے ہیں، اور پھر یقیناً افراد کو ”ایک فیصلہ کن زندگی“ کے لیے معرکہ کرنے پر تیار کر دیتے ہیں۔

(اللہ کریم ہمیں بھی جہاد و قتال کی تلواریں تمام کر پوری دنیا کے مظلوموں کی نصرت و مدد کے لیے کھڑے ہونے کی توفیق بخشے۔ یوں ہم ایک بار پھر صلاح الدین کی سنت پر چلتے ہوئے دنیا بھر کے صلیبیوں اور یودیوں سے قتال کرتے ہوئے نکرا جائیں تاکہ دنیا پر اللہ کا کلمہ باند ہو اور صلیبیوں کے ظالم ہاتھ ٹوٹ سکیں۔ ان کی دہشت گردی ختم ہو اور ان کے ظاک جسموں سے بیت المقدس سیت دنیا کے تمام مسلمان خلیے پاک اور آزاد ہوں) آمین ثم آمین۔ بارک الصیحابدین و المستضعفین۔

سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس کی توفیق خاص سے نیک کام مراحل تکمیل ملے کرتے ہیں۔

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الْقُدْرَةِ الْمُظَلِّي لِلْأَنْظَالِ وَالْقَادَةِ مُحَمَّدٍ وَغُلِي
آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَاتَّبَاعِهِ۔

”اور درود سلام محمد (ﷺ) پر“ آپ کی آل آپ کے صحابہ اور آپ کے پیروکاروں پر۔ وہ محمد (ﷺ) جو تمام بہادران اور لیڈروں کے لیے بہترین نمونہ ہیں۔“

وَرَجَعَهُمُ اللَّهُ خِلَافَ النَّبِيِّ وَصَحْنَاهُ لِيُفِي بِنَوَابِ النَّبِيِّ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ
النَّبِيِّ وَالصَّابِقِينَ وَالسَّيِّدَاتِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسَنَ أَوْلِيَاكَ وَفِيْنَا۔

”اور رحمت فرمائے اللہ تعالیٰ ”صلاح الدین“ پر“ اور ان لوگوں کے پیڑوں میں اسے جگہ نصیب فرمائے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں سے، ان لوگوں کی رفاقت اور صحبت سستی ہی بہترین ہے۔“



جزیرہ قبرس کا کلوی قلعہ : یہ قلعہ صلیبی حملہ آوروں کے لیے مرکزی چھوڑی کی حیثیت رکھتا تھا۔ عالم اسلام کی سرحدوں کے قریب اس طرح کے فوجی اڈے قائم کر کے ارض اسلام میں دخل اندازی کرنا یہود و نصاریٰ کی پرانی عادت ہے۔ آج اس سے آگے بڑھ کر وہ عالم اسلام کے قلب میں اور مسلم ممالک کے وسط میں اپنے فوجی اڈے قائم کر چکے ہیں۔ کیا مسلمین اس بھی ہوش میں نہ آئیں گے 'کیا وہ صلیبیوں' یہودیوں اور ہندوؤں کے عزائم کو نہیں سمجھ رہے ہیں؟ فرج یہ قلعہ فدا کیا ان اسلام کو دعوت دے رہا ہے کہ جس طرح سلطان صلاح الدین نے صلیبیوں کی درگت بنا کر 'ان کو گاجر موٹی کی طرح بہت کر' یہی سے جو گیا تھا اور اسلام کی عظمت کا پھول ہلا کیا تھا' ایسے ہی آپ بھی اپنے اپنے ممالقوں میں یہود و نصاریٰ کو ایسی دھاریں مار دیں کہ ان کو ارض اسلام کو چھوڑ کر بھاگنے میں ہی اپنی جانوں کی سلامتی واپس نظر آئے۔